ماہنامہ

حکمت بالغہ

فروری 2011

مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس:- 0092-47-77628261

ای میل:hikmabaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ:

http://www.hikmatbaalgha.com

http://www.hamditabligh.net

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ القلم (68)

(آیات 1 تا 16)

سورۃ القلم میں نبی اکرم ﷺ کی دعوت، آپ کی پیش کردہ کتاب اور آپ کے اعلیٰ کردار کا موازنہ قریش کی فاسقانہ قیادت کے کردار سے کر کے یہ دکھایا ہے کہ جلد ہی موافقین اور مخالفین سب پر واضح ہو جائے گا کہ کون تباہی کی راہ پر جا رہے ہیں اور کون ہدایت کی راہ پر ہیں اور فلاح پانے والے بنیں گے۔ کفار کو باغ والوں کا ایک واقعہ سنا کر متنبہ کیا ہے کہ آج جو امن و اطمینان تمہیں حاصل ہے اس سے دھوکہ میں نہ رہیں کہ اب اس عیش میں کوئی رخنہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ جس مالک نے تمہیں یہ سب کچھ دیا ہے اس کے اختیار میں اس کو چھین لینا بھی ہے، وہ ایک لمحے میں تمہیں اس سے محروم بھی کر سکتا ہے پھر تم بھی ان باغ والوں کی طرح کفِ افسوس ملتے رہ جاؤ گے۔ قیامت کو جھٹلانے والوں کی اس غلط فہمی کو رد کیا گیا ہے جو سمجھتے ہیں کہ جو عیش و آرام انہیں حاصل ہے اگر آخرت ہوئی تو وہاں بھی انہیں یہی کچھ بلکہ اس سے بڑھ کر حاصل ہو گا۔ ان سے سوال کیا ہے کہ آخر انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اتنا بے انصاف کس طرح سمجھ لیا ہے کہ وہ نیک کاروں اور بدکاروں میں کوئی امتیاز نہیں کرے گا؟۔ جس دن قیامت کی ہلچل برپا ہو گی تب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ حقیقت سے کتنا دور تھے۔ سورہ کے آخر میں دشمنانِ اسلام کی شدید مخالفت پر ان کو دھمکی دی گئی ہے کہ ہم تدریجاً ان کو ہلاکت کے کھڈّے میں لے جائیں گے کہ ان کو علم بھی نہیں ہو گا اور ساتھ نبی اکرم ﷺ کو بھی تسلی دی گئی ہے کہ آپ ﷺ اپنے رب کے حکم کا انتظار کریں اور حضرت یونس علیہ السلام کی طرح جلدی نہ کریں۔

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطٰنِ الرَّجِيمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نٓ وَ الۡقَلَمِ وَ مَا یَسۡطُرُوۡنَ O

نٓ۔ قلم کی اور جو (اہل قلم) لکھتے ہیں اس کی قسم

مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ بِمَجۡنُوۡنٍ O

کہ (اے محمد ﷺ) تم اپنے پروردگار کے فضل سے دیوانے نہیں ہو

وَ اِنَّ لَکَ لَاَجۡرًا غَیۡرَ مَمۡنُوۡنٍ O

اور تمہارے لیے بے انتہا اجر ہے

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ O

اور تمہارے اخلاق بڑے (عالی) ہیں

فَسَتُبۡصِرُ وَ یُبۡصِرُوۡنَ O بِاَیِّکُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ O

سو عنقریب تم بھی دیکھ لوگے اور یہ (کافر) بھی دیکھ لیں گے

کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے

اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ

تمہارا پروردگار اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے بھٹک گیا

وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ O

اور ان کو بھی خوب جانتا ہے جو سیدھے رستے پر چل رہے ہیں

فَلَا تُطِعِ الۡمُکَذِّبِیۡنَ O

تو تم جھٹلانے والوں کا کہا نہ ماننا

وَدُّوۡا لَوۡ تُدۡہِنُ فَیُدۡہِنُوۡنَ O

وہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم نرمی اختیار کرو تو وہ بھی نرم ہو جائیں

وَ لَا تُطِعۡ کُلَّ حَلَّافٍ مَّہِیۡنٍ O

اور کسی ایسے شخص کے کہے میں نہ آ جانا جو بہت قسمیں کھانے والا، بے قدر ہے

ہَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِیۡمٍ O

طعن آمیز شرارتیں کرنے والا، چغلیاں لیے پھرنے والا

مَنَّاعٍ لِّلۡخَیۡرِ مُعۡتَدٍ اَثِیۡمٍ O

مال میں بخل کرنے والا، حد سے بڑھا ہوا، بدکار

عُتُلٍّ بَعۡدَ ذٰلِكَ زَنِیۡمٍ O

سخت خو اور اس کے علاوہ بدذات ہے

اَنۡ کَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِیۡنَ O

اس سبب سے کہ مال اور بیٹے رکھتا ہے

اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ O

جب اس کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے

کہ یہ اگلے لوگوں کے افسانے ہیں

سَنَسِمُهٗ عَلَی الۡخُرۡطُوۡمِ O

ہم عنقریب اس کی (بڑی) ناک پر داغ لگائیں گے

حرفِ آرزو

برطانوی ہند کے مسلمانوں کے خوابوں کی سر زمین

پاکستان

مغربی امریکی صہیونی ابلیسی شکنجوں

سے آزاد اور سرخرُو ہونے والا ہے

انجینئر مختار فاروقی

سرزمین پاکستان ــــــــ جو ایک مملکت خداداد ہے۔ 1947ء سے اب تک کئی مراحل سے گزر کر اب ''منزل مُراد'' یعنی اپنے قیام کے مقاصد کے حصول میں کامیاب ہونے کے قریب ہے۔

پاکستان اپنے قیام کے بعد ایک عرصے تک سرزمین بے آئین رہی اور بے آئینی ہی آئین گلستان رہا تا آنکہ 1956ء کا دستور بنا۔ ابھی دستور کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی تھی کہ مارشل لاء کا دور آ گیا۔ جمہوریت کی بجائے بنیادی جمہوریتوں کا تجربہ ہوا۔ امریکی نوازشات کی بارش ہوئی۔ مارشل لاء کی کوکھ سے ایک دوسرا مارشل لاء برآمد ہو گیا۔ ملک دولخت ہو گیا۔ سول مارشل لاء متعارف ہوا۔ 1973ء میں متفقہ اسلامی آئین منظور ہوا۔ اسلامی سوشلزم کا نعرہ لگا مگر عالمی صہیونی ایجنڈا میں پوری طرح فٹ (FIT) نہ بیٹھنے کی وجہ سے ایک بار پھر مارشل لاء کا دور آ گیا۔ کچھ اسلامی قوانین نافذ ہوئے افغان جہاد کی وجہ سے خارجی دباؤ اور افغان مہاجرین کی آمد کے بعد پاکستان عالمی سطح پر اہم ترین ریاست بن گیا۔ مارشل لاء کے بعد پھر جمہوری دور آیا تو ایسے لگتا ہے کہ مغربی امریکی صہیونی ابلیسی قوتیں بار بار حکومتیں بدلتی رہیں تا کہ یہ ملک عدم استحکام کا شکار رہے تا آنکہ مئی 98ء میں پاکستان ایٹمی دھماکہ کر کے عالمی ایٹمی طاقتوں میں شامل ہو گیا۔

نادیدہ قوتیں پھر ناراض ہوگئیں اور ایک بار پھر مارشل لاء کا دور آ گیا۔ اس دور میں صیہونی ابلیسی قوتوں نے نائن الیون کا ڈرامہ کھیلا اور عالم اسلام پر چڑھ دوڑیں۔ اِدھر ملک میں ڈیڑھ صدی پرانا انگریزی انتظامی ڈھانچہ تبدیل کر دیا گیا اور ضلعی حکومتوں کا قیام عمل میں آیا امریکی نوازشات کے تحت ہر سطح پر اصلاحات لائی گئیں ہر شعبہ کمپیوٹرائزڈ کر دیا گیا۔ مارشل لاء کے بعد جمہوری دور آیا تو اللہ تعالیٰ نے عدلیہ کے ذریعے اصلاح احوال کے حالات سازگار کر دیے ہیں۔ اب حالات سب کے سامنے ہیں۔

پاکستان میں ان 65 قمری سالوں میں سیاسی، انتظامی، عدالتی سطح پر کتنے ہی تجربات کئے گئے۔ جمہوری دور اور فوجی اقتدار کے کئی دور آئے اور اب قوم بقول شاعر

ہر کہ ناداں کند، کند دانا — لیک بعد از خرابیٔ بسیار

کے مصداق بالغ ہو چکی ہے اور اچھا برا پہچانتی ہے اب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اسلام کا تجربہ ہوگا اور کامیاب ثابت ہوگا۔ اسلام کے حقیقی نفاذ اور کامیاب تجربے کے لئے یہ عبوری دور کے تجربات ضروری تھے ورنہ اسلام اور اس کے احکام کی وہ قدر نہ ہوتی جواب ہمیں احساس ہوا ہے۔ غور کیجئے کتنا بلیغ ہے ہمارے بانیان پاکستان کا یہ بیان کہ ہم پاکستان کو دور حاضر میں اسلام کی ایک تجربہ گاہ بنانا چاہتے ہیں:

> ''اسلام ہماری زندگی اور ہمارے وجود کا بنیادی سرچشمہ ہے۔ ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔'' (فرمودات قائد اعظم، مرتبہ: سردار محمد چوہدری)

گزشتہ چھ عشروں میں پاکستان واقعتاً ایک تجربہ گاہ ہی بنا رہا ہے اور اہالیان پاکستان جتنے مختلف قسم کے عمرانی تجربات سے گزرے ہیں وہ اپنی جگہ ایک مثال ہے۔ ان سب تجربات کے بعد ــــــــــ اب اسلام کے نفاذ کی باری ہے اور ان شاء اللہ یہ ملک پاکستان اپنے مقصد وجود کی طرف جلد لوٹنے والا ہے۔

اس وقت کے عالمی حالات میں (فروری2011ء) ایک طرح کا تلاطم ہے۔ بالخصوص مسلم ممالک میں عوامی بیداری کی لہر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ صہیونیت نے کئی صدیوں سے منظّم ہوکر اپنے انسان دشمن ایجنڈے کی تکمیل کے لئے وقت کے بہتے دریا میں جو زہر گھول رکھا ہے اور اس کے ایک مظہر کے طور پر دوسری جنگ عظیم (1939ء۔1945ء) کے بعد امریکی حکومت نے غیر ترقی یافتہ ممالک میں بالعموم اور مسلم ممالک میں بالخصوص غنڈہ گردی اور دہشت گردی مسلّط کر رکھی ہے اور بے اُصولی اور اخلاق دشمنی کا رویہ اختیار کر رکھا ہے۔

جمہوریت، آزادئ رائے، انسانی حقوق اور انصاف کا داعی یہ امریکہ ــــــــــ ہر جگہ اپنے مقاصد کے لئے جمہوریت کی بجائے آمریت کی حمایت کرتا ہے آزادی رائے اور انسانی حقوق کو پامال(CRUSH) کرتا ہے اور اپنی مرضی کی حکومتیں لانے کے لئے بدعنوانیاں ہی نہیں کرتا بدعنوانی(CORRUPTION) کی انتہا کر رہا ہے اور اس راہ میں بدعنوانی کے تمام ممکنہ ذرائع استعمال کر رہا ہے اور وقت کے اس بدمست فرعون کا رویہ بدمستی، بدعنوانی اور بے اُصولی میں اب آخری حدوں کو چھو رہا ہے جس کے بعد شاید بدعنوانی کا کوئی اور درجہ یا زینہ باقی نہیں رہ گیا۔

مسلم ممالک میں جاری حالیہ بیداری کی لہر اس امریکی دہشت گردی اور غنڈہ گردی کے خلاف بغاوت (REVOLT) ہے اور اس صورت حال سے دن بدن امریکی حمایت میں کمی آرہی ہے اور اس کے خلاف نفرت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ الحمدللہ

اس پس منظر میں آئندہ آنے والے ماہ و سال مسلمانوں کی خوش بختی اور مسلم ممالک کی اپنے نظریاتی اساس کی طرف 'رجوع' کا دور ہے۔ اس کیفیت کا کوئی ٹائم فریم (TIME-FRAME) یا روڈ میپ(ROAD MAP) دینا تو ہمارے بس کی بات نہیں اللہ ﷻ ہی حالات کے جاننے والے ہیں تاہم حالات و واقعات کا رُخ تیزی سے وقوع پذیر ہونے والے مغربی زوال کی طرف ہی ہے۔

امریکی کار پردازوں اور امریکی معاشرہ کو اپنی جن اقدار پر ناز تھا اور جن کی بنیاد پر ایک عشرہ پہلے مغرب میں END OF HISTORY نامی کتاب لکھی گئی جس کے ذریعے دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ امریکی معاشرہ جہاں کھڑا ہے اور اس کے ہاں جو اقدار

(VALUES) نمایاں ہیں یہی انسانیت کا حاصل ہے۔ بے حیائی، بداخلاقی، نائٹ کلب، بے اُصولی، اخلاقی بے راہ روی، بدکاری اور شراب ہی امریکی معاشرہ کا کلچر ہے اور یہ ترقی کا کمال ہے اور چونکہ اس بگاڑ کے بعد معاشرتی سطح پر اس رُخ پر کوئی اور درجہ یا زینہ باقی نہیں رہا؛ لہٰذا ــــــ حالیہ امریکی معاشرہ اور اس کی اختیار کردہ اقدار (VALUES) ہی رہتی دنیا تک قائم رہیں گی۔

اب ایک عشرہ بعد ہی یہ مغربی اقدار اور معاشرتی ترقی کا رول ماڈل (ROLE MODEL) تباہی کے کنارے آن پہنچا ہے۔ بقول اقبال

دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دُکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو اب زرِ کم عیار ہو گا

علامہ اقبال ایک عبقری شخصیت (VISIONARY) تھے اور ایسی شخصیات ہفتے اور مہینہ بعد کے معالات نہیں کئی عشروں بلکہ ایک صدی بعد کے حالات کو بھی بھانپ لیتے ہیں علامہ اقبال کے اوپر درج شعر میں جو تاثر پایا جاتا ہے اس کا ویسے تو مغرب کا ہر شخص تصدیق کرنے والا ہے تاہم END OF HISTORY نامی کتاب کے ساتھ ہی اس زمانے میں یہ کتاب بھی امریکہ سے چھپی کہ امریکی (اور مغربی) معاشرہ خود اختیار کردہ 'آزادی' اور سیکولر سوچ (جو دراصل مذہب دشمن اور خدا بیزاری کے تصورات پر استوار ہے) کی وجہ سے LIBERALISM کے عنوان سے جہاں تک آگے بڑھ گیا ہے وہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے سے انجام کی طرف تیزی سے پیش قدمی کر رہا ہے۔ امریکی اعلیٰ عدلیہ کے ایک سابق جج ROBERT H.BORK نے یہ کتاب 1998ء میں لکھی جس کا عنوان ہے

SLOUCHING TOWARDS GOMORRAH

(MODERN LIBERALISM AND AMERICAN DECLINE)

اس کتاب کے بعد ایک عشرے میں حالات کہاں پہنچ چکے ہیں اہل علم اس سے ناواقف نہیں ہیں اور اب امریکی معاشرہ تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے جس کے لئے کوئی معجزہ (MIRACLE) متوقع تباہی کی طرف ــــــ مزید تیزی سے بڑھنے کے لئے تو سامنے

آ سکتا ہے اس سے بچانے کے لئے ہرگز سامنے نہیں آ سکتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

مغربی تہذیب کے اس متوقع ہولناک انجام کے تذکرے خود مغرب میں بھی ہیں اور وہاں کے اہل علم اور ذی شعور افراد، صیہونیت کے اثرات سے قدرے آزاد طبقات اور عروج و زوال کے آفاقی قانون پر نگاہ رکھنے والے دانشور حضرات امریکی (اور مغربی) معاشرہ کی تباہی کا رونا رو رہے ہیں اور اصلاح احوال کے لئے کوششیں بھی کر رہے ہیں مگر ــــــــــ اب تباہی بہت قریب آ چکی ہے۔ اس صورتحال کے تذکرے مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے کئے جا رہے ہیں۔ بطور نمونہ چند تجزیے ملاحظہ فرمائیں:

☆ مختلف عالمی مذاہب کی تاریخ اور روایات کے حوالے سے اس آنے والے دور کے بارے میں جو معلومات ہیں ان کو سامنے لایا جا رہا ہے۔ میکسیکو کی پرانی تہذیب (ماہن) کے حوالے سے بھی اگلے دو سال میں امریکی تہذیب کی تباہی کا دعویٰ کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ 2012ء کے اواخر میں امریکہ پر ناگہانی آسمانی آفات کی وجہ سے تباہی کی پیش گوئی ہے۔

☆ مغربی تہذیب نے جس طرح مذہب کو دبایا ہے اور خدا بیزار اور خدا ناشناس نظریات کو سامنے لا کر سیکولرازم کا پرچار کیا ہے اس سے خود مغرب کے انصاف پسند اور باضمیر لوگ پریشان ہیں اور مکافات عمل کے قانون کے تحت مذہب کے احیاء اور روحانیت کے فروغ کے تذکرے ہیں۔ چنانچہ وہاں بھی یہ احساس پایا جاتا ہے کہ مغربی سیکولر تہذیب ختم ہو گی تو انسانیت مذہب اور روحانیت کی طرف لوٹ جائے گی۔

☆ بعض تجزیہ نگار یہ تجزیہ کر رہے ہیں کہ امریکی معاشرہ اس قدر تعفن زدہ (ROTTEN) ہو چکا ہے اور اس کی اخلاقی جڑیں اس قدر کھوکھلی ہو چکی ہیں کہ اس نظام کی تباہی نوشتۂ دیوار ہے۔ بعض تجزیوں کے مطابق 11ء کے اواخر کے امریکی الیکشن جو گزشتہ دو صدیوں سے ہر چار سال بعد باقاعدگی سے ہو رہے ہیں یا تو منعقد ہی نہیں ہو سکیں گے اور اگر یہ ممکن بھی ہوا تو منتخب صدر اپنا عہدہ نہیں سنبھال سکے گا۔ اس سے امریکی معاشرے کی مایوسی کو ناپا جا سکتا ہے۔

☆ بعض تجزیہ نگاروں کے نزدیک مغرب کی تباہی کا باعث تثلیث کا داعی چرچ اور اس کا پاپائیت کا خودساختہ نظام ہے۔ لہٰذا ــــــــــ متوقع مغربی تباہی کے نتیجے میں پاپائیت کا نظام

بھی معرض انقلاب میں ہے شاید ویٹی کن کا موجودہ یورپ آخری پوپ ثابت ہو ـــــــــــ اور یہ پورا نظام شکست وریخت کا شکار ہو جائے۔

☆ اگرچہ علامہ اقبال نے تو کہا تھا کہ

ستارہ کیا میری قسمت کی خبر دے گا
وہ تو خود فراخیٔ افلاک میں ہے خوار و زبوں

ـــــــــــ تاہم دنیا میں نجوم پرستی کے زیر اثر ستاروں سے قسمت کا حال معلوم کرنے والوں کی کمی نہیں۔ غیر مسلم تو الگ رہے خود مسلمانوں میں علم نجوم کا کاروبار ہر دور زوال میں ہمیشہ چمکتا رہا ہے اس علم کے زیر اثر کئی باتیں کہی جارہی ہیں جس کا تذکرہ یہاں مفید نہیں۔ تاہم ایک بات یہاں ذکر کرنا مفید رہے گا جس کا تذکرہ اشارتاً حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے اگرچہ اس کا ٹائم فریم اور معین وقت فرمان رسالت ﷺ میں نہیں ہے مگر اسے قرب قیامت کی علامات میں ضرور شمار کیا گیا ہے اس لئے اس موضوع کی مناسبت سے اس کا تذکرہ یہاں ناگزیر ہے۔

'اشراط الساعۃ' والی حدیث میں ہے کہ قرب قیامت میں ایک نشان یہ ظاہر ہوگا کہ ''طلوع الشمس من مغربھا ''یعنی سورج عام مشاہدے میں مشرق سے طلوع ہوتا ہے تاہم قرب قیامت میں یہ مغرب سے طلوع ہوگا اس حدیث کی ماضی کے چودہ سو سالوں میں شارحین حدیث اور علمائے اُمت نے ہر دور کی ذہنی سطح اور تجرباتی علوم کی پیش رفت کے مطابق تشریحات کی ہیں اور یہ تشریحات جاری رہیں گی تا آنکہ وہ واقعہ ظہور پذیر نہ ہو جائے کہ جس پر علماء اسلام مطمئن ہوسکیں۔ علم فلکیات (ASTRONOMY) کے مطابق (زیادہ تفصیلات سے گزیر کرتے ہوئے) یہ کہا جارہا ہے کہ مریخ اور زمین سورج کے گرد اپنے مدار میں گردش کرنے والے دو قریبی سیارے ہیں اور تھوڑے عرصے بعد زمین اور مریخ فاصلے کے اعتبار سے انتہائی قریب ہو جائیں گے۔ مریخ اور زمین کا یہ قرب حساب کتاب کے مطابق ہر 30,000 سال بعد ممکن ہوتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام جو پہلے انسان اور پہلے نبی بھی تھے کا زمانہ بمشکل آج سے دس ہزار سال پہلے کا ہے گویا اس طرح کا واقعہ حضرت آدم علیہ السلام کی زمین پر تشریف آوری سے بھی ہزاروں سال پہلے ہوا ہوگا جواب دوبارہ وقوع پذیر ہونے والا ہے۔ واللہ اعلم

مریخ اور زمین کے اس قرب میں زمین، اپنے سے کئی گنا بڑے سیارے، مریخ کے مقناطیسی میدان (MAGNETIC FEILD) میں آ جائے گی جس سے اس کی محوری گردش متاثر ہو جائے گی رفتار سست پڑ جائے گی حتیٰ کہ زمین کی گردش رک جائے گی پھر زمین کی گردش الٹی ہو جائے گی کچھ مدت بعد جب مریخ سے دوری شروع ہوگی تو یہ الٹی گردش بھی رک جائے گی اور زمین ساکن ہو کر واپس موجودہ رُخ پر گردش شروع کر دے گی جو شروع میں آہستہ اور بعد میں معمول کے مطابق (NORMAL) ہو جائے گی۔

فرمان رسالت ﷺ میں اس کا تذکرہ یوں ہے کہ قرب قیامت میں یہ واقعہ ہوگا تو سال ہفتے کے برابر ہو جائے گا اور ہفتہ دن کے برابر ہو جائے گا اور سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور یہ فتنہ دجال کا دور ہوگا۔

ماہرین فلکیات کے نزدیک یہ واقعہ 2012ء میں ہونے والا ہے اور علوم نجوم کے ماہرین دنیا میں حکومتوں اور انسانی معاشروں پر اس واقعہ کے بہت سے منفی اثرات کا اندازہ لگا رہے ہیں۔ فرمان رسالت ﷺ کے مطابق یہ واقعہ دجال کے دور کا ہے اور دجال کا دور انسانی بدبختی اور تباہی کا دور ہی ہے لہٰذا وقت کی قید لگائے بغیر ہم مسلمان اس عمل کے واقع ہونے میں شک نہیں کر سکتے۔

اس پس منظر میں بھی مغربی معاشروں کی تباہی اور مغرب کی بالادست قوتوں کے زوال اور فنا ہو جانے کا عبرت انگیز سبق پنہاں ہے۔

☆ اوپر درج انقلاباتِ زمانہ کے نتیجے میں مغرب اور بالخصوص امریکہ کی تباہی کے سنجیدہ تذکرے اتنے زیادہ ہیں کہ اب سے تین چار سال پہلے امریکی ریاست کیلیفورنیا میں لاس اینجلس کی تباہی پر باقاعدہ ایک فلم بنا دی گئی اور مختلف اطراف سے آنے والے خیالات کو دکھا کر دُنیا کے سامنے پیش کر دیا گیا کہ 2012ء میں لاس اینجلس اور کیلیفورنیا کی تباہی کیسے آئے گی۔ یہ فلم ڈیڑھ سال قبل پاکستان میں دیکھی جا چکی ہے۔ (ہمارے نزدیک کیلیفورنیا کی یقینی تباہی کے لئے وہاں 'ہالی وڈ' اور اس کے کلچر کا ہونا ہی کافی ثبوت تھا کچھ عرصہ پہلے وہاں کے ایک (فاتر العقل) پادری نے قرآن پاک کو جلا کر نائن الیون کی سالگرہ منانے کا اعلان کر کے گویا اپنی تباہی کے

وارنٹ پر دستخط کر دیے ہیں جو واقع ہو کر رہے گی۔)

تہذیب مغرب کے زوال کے نتیجے میں دوسری جنگ عظیم کے بعد برطانوی گرفت کی کمزوری کی طرح اب حالات و واقعات پر امریکی گرفت کی کمزوری اور مغرب بالخصوص امریکی معاشروں کے تہس نہس ہو جانے کے چرچوں سے ہی عالم اسلام نے انگڑائی لے لی ہے تو جب یہ واقعات رونما ہونے لگیں گے یا ہو جائیں گے تو اس وقت عالم اسلام کی کیفیات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ کوئی مشکل سوال نہیں ہے اوسط درجے کے آئی کیو (IQ) والا شخص بھی اسے سمجھ سکتا ہے۔

پاکستان کے حوالے سے 2011ء اور 2012ء میں حالات کیا رُخ اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں مغرب کے یہ تجزیہ نگار چاہے وہ لبرل ازم کے داعی اور موجودہ تہذیب کے ترجمان (SPOKESMAN) ہوں یا اس کے مخالف اور اس کی تباہی کے لئے دُعا گو اور پیش گوئیاں کرنے والے ـــــــ ہم ان کے تجزیوں کو صرف معلومات کے درجے میں ہی سمجھتے ہیں اس لئے کہ اوّلاً تو نجومیوں کی پیش گوئیوں پر مستقبل کا کوئی نقشہ اور لائحہ عمل نہیں بنایا جا سکتا ہے دوسرا ہمارے پیغمبر ﷺ نے اس سے منع بھی فرمایا ہے۔ مسلمان کو میدان عمل میں کود پڑنا چاہئے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام اور اس کے تقاضوں کے اندر رہ کر امکان بھر جدوجہد کرتے رہنا چاہئے یہی کامیابی کا واحد راستہ ہے۔

تاہم ـــــــ مسلمان اُمتوں کے اجتماعی معاملات اور اجتماعی نفسیات کے حوالے سے قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہے کہ جب وہ فرعون کی غلامی سے آزاد ہوئے اور وہ صحرائے سینا کے ایک علاقے میں تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا ہوئی، احکام عشرہ عطا ہوئے۔ ایک موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو جہاد کرنے کو کہا مگر قوم نے غلامانہ نفسیات کے تحت جہاد سے پہلو تہی کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں چالیس سال کی سزا دی اور وہ اسی صحراء سینا کے علاقے 'تیہ' میں صحرا نوردی کرتے رہے ـــــــ تا آنکہ چالیس سال بعد حالات میں بہتری آ گئی۔ اجتماعی معاملات میں یہ بہتری بھی یکا یک (OVERNIGHT) نہیں آ گئی اس میں بھی

غالبًا چالیس سال ہی لگ گئے گویا مسلمان اُمت کے معاملے میں چالیس سال کی بڑی اہمیت ہے۔قرآن پاک میں انفرادی سطح پر بھی مسلمان کے لئے چالیس سال کی عمر نفسیاتی بلوغ (PSCHYCHIC MATURITY) کے لئے اہم ہے اور اجتماعی سطح پر بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ چالیس سال کا عرصہ اہم ہوتا ہے۔واللہ اعلم

''استحکام پاکستان'' نامی کتاب میں ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ نے اسی اُصول کا حوالہ دیا ہے کہ شاید اب پاکستان کے حالات میں کوئی بہتری آجائے (یعنی اس کا آغاز ہوجائے)۔

قرآن مجید میں مسلمان اجتماعیت کے لئے چالیس سال واقعی اہمیت کے حامل ہیں۔ میرا ذاتی احساس یہ ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں بھی چالیس سال کی بہت اہمیت ہے۔1947ء کے بعد چالیس سال تک ہم بے مقصدیت کا شکار رہے اور حالات روبہ زوال رہے۔اس کے بعد کے چالیس سال ہمارے عروج کی طرف سفر کے ہیں اور ان شاء اللہ جب یہ عرصہ مکمل ہوگا تو پاکستان اپنے مقصد وجود یعنی مثالی اسلامی عالمی فلاحی ریاست کا روپ دھار چکا ہوگا۔وما ذالك على الله بعزيزٍ

یاد رہے کہ یہ چالیس سال کی گنتی قمری اعتبار سے ہے نہ کہ شمسی اعتبار سے اس لئے کہ اسلامی کیلنڈر بہر حال قمری کیلنڈر رہے (اگر چہ بعض عبادات یعنی نماز کے اوقات اور روزہ کی مقدار وغیرہ کو سورج کی گردش سے منسلک کیا گیا ہے۔)

☆ شمسی اعتبار سے 38 سال دس مہینے (تقریباً) کی مدت قمری اعتبار سے 40 سال بنتے ہیں۔

☆ قیام پاکستان کے بعد پہلے چالیس سال مخلص اہل علم اور سچے رہنماؤں کی مثبت جدوجہد کے نتیجے میں کئی مثبت اقدام بھی ہوئے۔ جیسے قرار داد مقاصد کی مارچ 1949ء میں منظوری، تمام مکاتب فکر کے 31 اکابر علماء کرام کے متفقہ 22 دستوری نکات، متفقہ آئین کی 1956ء اور 1973ء میں منظوری اور قادیانیوں کا ملکی پارلیمنٹ سے غیر مسلم اقلیت قرار پانا وغیرہ۔_____ تاہم مجموعی طور پر ہمارا معاشرہ (عوام وخواص کی اکثریت) دینی اعتبار سے زوال پذیر رہا اور کئی تحریکیں اور جماعتیں صرف مزاحمتی انداز میں سیکولرازم کے سامنے میدان میں

رہیں۔یقیناً یہ مدافعت کا ایک انداز تھا نہ کہ مثبت طور پر دعوت حق کی پیش قدمی اور اتمام حجت کا۔

☆ 1947ء کے بعد قمری اعتبار سے چالیس سال جون 86ء میں مکمل ہو گئے ان چالیس سالوں میں دینی کیفیات میں کمی اور ملکی وملّی سطح پر ہزیمت و پسپائی کے کئی واقعات ہوئے جو اپنی جگہ بہت اہم اور فیصلہ کن تھے۔مثلاً 1956ء کے متفقہ اسلامی آئین کی منسوخی اور 1958ء میں مارشل لا کا نفاذ، ایوبی آئین کی تیاری ونفاذ، ستمبر 65ء میں بھارت کا پاکستان پر حملہ، تاشقند کے معاہدے کی آڑ میں ایک نئی قیادت کا ظہور ——— سقوط ڈھاکہ، 90,000 فوجی اور سول افراد کا دشمن کا جنگی قیدی (POW) بن جانا......وغیرہ وغیرہ۔

☆ قیام پاکستان کے چالیس سال مکمل ہونے پر یعنی جون 1986ء کے بعد سے اس ملک میں ایک دوسرے دور کا آغاز ہے اور اس میں مثبت انداز میں دینی قوتوں کے عمل دخل کا آغاز ہو گیا۔سیاست کا میدان ہو یا جنگ اور خارجہ پالیسی کے معاملات مذہبی طبقات کا اثر ورسوخ روز بروز بڑھتا چلا گیا۔

☆ ان چالیس سالوں میں گزشتہ عرصے کے مقابلے میں بہتری کے حالات رہے۔ 1947ء سے 1986ء تک کے حالات کی طرح ہمارے نزدیک ہو بہو انہیں وقفوں سے ایسے حالات آئے مگر ——— گزشتہ عرصہ کے مقابلے میں اس دفعہ اجتماعی سطح پر بہت بہتر صورتحال کا منظر سامنے آیا۔بعض حضرات کو یہ سطور اور بین السطور کے مضامین 'خیالی پلاؤ' اور 'ہوائی قلعئ تعمیر کرنے کی قبیل کی 'شئے' محسوس ہوں گی تاہم ——— حالات وواقعات کا رخ اور پاکستان کے معروضی حالات میں جو UNDER CURRENTS کی لہریں اٹھ رہی ہیں وہ اپنی منطقی انتہا کو پہنچ کر رہیں گی۔

☆ تاریخ پاکستان میں پہلے چہل سالہ عرصہ کو دوسرے چہل سالہ عرصہ سے آمنے سامنے رکھیں تو کئی خوشگوار اور حیرت انگیز صورتیں سامنے آتی ہیں جو بیک وقت آپس میں مشابہ بھی ہیں اور حیرت انگیز حد تک مثبت بھی۔

☆ (یاد رہے کہ انسانی سطح پر غور کریں تو یہ دور بھی تجرباتی ہی ہے اور چونکہ انسانی معاملات انسانوں نے ہی چلانے ہیں کوئی آسمانی مخلوق یکا یک آ کر راتوں رات حالات میں انقلاب نہیں

برپا کرسکتی لٰہذا یہ عرصہ بھی آہستہ آہستہ پاؤں پاؤں چل کر بہتری کی طرف سفر کا دورانیہ ہے)

☆ اس دوسری چہل سالہ مدت میں پاکستان نہ صرف داخلی طور پر استحکام کی طرف گیا ہے بلکہ اس عرصہ میں پاکستان عالمی سطح پر حددرجہ اہمیت اختیار کرگیا ہے اور FLASH POINT بن گیا ہے۔ 1947ء میں صرف برطانوی ہند کے مسلمانوں کا معاملہ تھا اب 'مسلمانوں کی تقدیر' کا معاملہ بین الاقوامی ہوگیا ہے اور پاکستان کے ساتھ ساتھ افغانستان کا معاملہ ایک برادرانہ مسلم ریاست کی حیثیت سے یک جان دو قالب کا ہوگیا ہے۔ مشرقی پاکستان کی ہم سے عارضی علیحدگی کے بعد اللہ تعالیٰ نے پڑوسی ملک افغانستان کو عالمی اسلامی خلافت کے قیام کی راہ ہموار کرنے کے لئے پاکستان کے ساتھ بریکٹ کردیا ہے اور عالمی سطح پر مسلم کاز کے حوالے سے ایک ایک دو گیارہ والا معاملہ ہوگیا ہے۔

☆ 1947ء میں مشرق کی طرف سے مہاجرین کی ایک بڑی تعداد یہاں آ گئی تھی اور اس عرصہ میں افغانستان سے ایک بڑی تعداد میں ہمارے مسلمان بھائی مہاجرین کی شکل میں یہاں آ گئے۔ 1947ء میں اسلام کی باہمی اخوت اور بین الاقوامی برادری ہونے کا ایک پہلو سامنے آیا تھا اور 1986ء کے بعد ایک دوسرا پہلو سامنے آ گیا کہ مہاجرین اکثر و بیشتر یہیں آباد ہو گئے۔

☆ پہلی چہل سالہ مدت کے آغاز پر مسلمانوں نے برطانوی عالمی طاقت کا غرور خاک میں ملا دیا تھا تو دوسری چہل سالہ مدت کے ابتدائی دنوں میں ایک دوسری عالمی طاقت سوشلسٹ ریپبلک USSR کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔

☆ ستمبر 65ء میں بھارت نے پاکستان پر حملہ کردیا تھا تو وسط 2004ء میں پھر بھارت دوبارہ جارحیت کے لئے بالکل تیار تھا مگر پاکستان کی فوجیں بروقت اگلے مورچوں میں پہنچ جانے کی وجہ سے ہمارے ازلی دشمن بھارت کی 65ء کی طرح اب بھی پاکستان پر قبضہ کی آرزو دل کی دل میں رہ گئی۔

☆ 67ء-68ء میں سرکاری ایوانوں میں اچانک ایک عوامی رہنما سامنے آ گیا تھا جس نے آنے والے سالوں میں بڑا نمایاں رول ادا کیا تو 2007ء میں جسٹس افتخار چوہدری صاحب کی شکل میں ایک نمایاں شخصیت سامنے آ گئی جسے بے حد عوامی پذیرائی ملی اور اس کا مثبت کردار

اب تک بھی اور آئندہ بھی (ان شاءاللہ) مسلمانانِ پاکستان کے لئے نمایاں کامیابی کا زینہ بنے گا اور خاموش انقلاب یا سافٹ ریولوشن (SOFT REVOLUTION) کا راستہ ہموار ہوگا۔

☆ پہلے چہل سالہ دور میں دسمبر 71ء میں فوجی مارشل لا کے خاتمے پر سول مارشل لا ایڈمنسٹر سامنے آیا تو 2008ء میں بھی ایک جنرل کے رخصت ہوکر جانے کے بعد ایک ہمہ مقتدر صدر انہیں اختیارات کے ساتھ اس کی جگہ ملک پر براجمان ہوگیا۔

☆ 16 دسمبر 71ء کو پاکستان کا ایک حصہ الگ کر دیا گیا مگر دوسرے حصہ کو بھی دشمن کی یلغار کا سخت خطرہ درپیش تھا اور اہل علم جانتے ہیں کہ اس وقت موجودہ پاکستان (مغربی پاکستان) کے عوام کا مورال انتہائی پست تھا اور دشمن بھارت کا حوصلہ بہت بلندیوں پر تھا ــــــــــ مگر اللہ ﷻ نے اس حصے کو صاف بچالیا۔

بعینہٖ اسی طرح ـــــــــ (اگرچہ یہ بات ہم میں سے اکثر لوگوں نے غیر اہم سمجھ کر نوٹ نہیں کی) اکتوبر 2010ء میں 16 دسمبر 71ء کے ٹھیک چالیس سال بعد حکومت کے ایوانوں میں عدلیہ بحالی کے نوٹیفیکیشن کو واپس لیے جانے کے خط جاری ہونے اور عملدرآمد ہونے میں صرف گھنٹوں اور منٹوں کا فرق رہ گیا تھا۔ اگر یہ خط خاکم بدہن ـــــــــ جاری ہوگیا ہوتا تو اتنی تباہی آتی جو وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتی مگر اللہ تعالیٰ نے ہماری دستگیری فرمائی اور ہماری بیدار عدلیہ نے بروقت اور کمال بیدار مغزی کے ساتھ نوٹس لے کر پاکستان کو ایک عظیم تباہی سے بچالیا گیا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

یہاں تک واقعات تو دوسری چہل سالہ مدت کے تھے جو اب تک رونما ہو چکے ہیں۔ اب آنے والے دونوں میں مذکورہ عالمی امریکی صہیونی ابلیسی قوتوں کی 2012ء میں تباہی اور شکست وریخت کے مغربی تجزیوں کے مقابلے میں پاکستان کے حالات کے حوالے سے تین متوقع واقعات کا تذکرہ ضروری ہے جو ان شاءاللہ قارئین کے لیے دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ایسے ہی ہو اور عالمی حالات کے بہاؤ کا منطقی تقاضا بھی یہی ہے۔

☆ اگست 73ء میں پاکستان کا مشہور متفقہ آئین بنا جس سے پاکستان کی ایک نظریاتی سمت متعین ہوگئی اور آئندہ کے ملکی معاملات میں بہتری آگئی۔ ان شاءاللہ ٹھیک چالیس سال بعد

وسط 2012ء میں ڈرامائی اور مثبت تبدیلی کا قوی امکان ہے جو آئندہ کے حالات کی اجتماعی بہتری کے لیے کلید ثابت ہوگی۔

☆ فروری 74ء میں پاکستان میں عالمی اسلامی سربراہی کانفرس منعقد ہوئی اور شہر لاہور (جو شہر اقبال بھی ہے) کی سرزمین پر عالمی مسلمان سربراہوں کی کثرت سے آمد سے مسلمانوں کے جذبات کو ولولۂ تازہ ملا۔ شاہ فیصل رحمہ اللہ، ذوالفقار علی بھٹو اور کرنل قذافی کے بیانات اور اقدامات سے امت مسلمہ میں 'خودشعوری' کی ایک لہر دوڑ گئی۔ بعینہٖ اسی طرح ٹھیک چالیس سال بعد ان شاء اللہ اواخر 2012ء میں پاکستان کو عالم اسلام کے حوالے سے بین الاقوامی سطح پر بہت شاندار پذیرائی ملنے والی ہے۔ میرا ذاتی تو کوئی مقام نہیں ہے کہ کسی ادنیٰ درجے میں بھی کچھ کہوں ــــــــــ علامہ اقبال کا ہی پون صدی قبل کا ایک شعر اس کیفیت کا نقشہ آپ کے سامنے لاسکتا ہے

ے آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

اوپر درج چالیس سال کے حوالے سے تاریخ پاکستان کی پہلی مدت اور دوسری مدت کی حیرت انگیز مماثلت پر قارئین حکمت بالغہ بھی غور فرمائیں ان شاء اللہ حکمت کے بیشمار پہلو سامنے آئیں گے؛ اس لئے کہ اس تجزیے کی بنیاد قرآن مجید کی دلیل پر ہے اور ایک فرمان رسالت ﷺ میں یوں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

اَنَا عِندَ ظَنِّ عَبدِیْ بِیْ

''میں اپنے بندے سے ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ (اپنے ایمان اور عمل کے ذریعے) مجھ سے گمان (توقع) کرتا ہے''

اگر ہم اپنا فرض پورا کرنے پر کمربستہ ہو جائیں بعد ازاں اللہ تعالیٰ سے مدد اور نصرت کی دعا کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنی خصوصی مدد و نصرت کا ہمارے حق میں فیصلہ فرمائیں۔ یقیناً دیر ہمارے اٹھنے کی ہے اور کمی ہمارے ہی جذبوں میں ہے۔

ے اٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

خودی اور رحمت للعالمین ﷺ

(دوسری اور آخری قسط)

ڈاکٹر محمد رفیع الدین (مرحوم)

کی کتاب ''حکمت اقبال'' سے ایک باب

قرآنِ حکیم کی شہادت

اگر ہم امام رازی کے طریق تفسیر یعنی منطقی تجزیہ اور استدلال سے الگ ہو کر قرآن حکیم کو سمجھنے کی کوشش کریں تو ہمیں نظر آئے گا کہ قرآن حکیم سچے خدا کی محبت اور اطاعت کی براہ راست اور بلا واسطہ دعوت ہے جو منطقی تجزیہ اور استدلال سے بے نیاز ہے اور جس میں قوموں کی تقدیر کا یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ وہی قوم دنیا میں ہمیشہ زندہ اور سلامت اور خوشحال فارغ البال رہے گی جو سچے خدا کی محبت اور اطاعت کو اپنا شعار بنائے گی یہ قوم اُمت مسلمہ ہے اور دوسری ہر قوم زود یا بدیر خدا کے عذاب میں مبتلا ہو کر صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گی۔ اقبال اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

چوں سرمۂ رازی را از دیدہ فروشستم

تقدیرِ امم دیدم پنہاں بکتاب اندر!

یہی قوم تاریخ کے عمل کا مقصود اور مطلوب ہے اور تاریخ کا عمل اور قوموں کو رفتہ رفتہ مٹا کر اسی قوم کے استحکام اور استقلال کے لئے راستہ صاف کر رہا ہے؛ لہٰذا اس کے مٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ غلط نظریات وہ بت ہیں جو خدا کی جگہ لیتے ہیں، وہ زمانہ کے ساتھ ساتھ بدلتے جاتے ہیں،

پرانے ترک کر دیے جاتے ہیں اور ان کی بجائے نئے گھڑ لیے جاتے ہیں۔لیکن سچا نظریہ حیات یعنی اسلام جس کی بنیاد خدا کے اس صحیح اور کامل تصور پر ہے جو رحمت للعالمین (ﷺ) نے دیا ہے لازوال اور پائیدار ہے۔اقبال اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

ے زمانہ کہنہ بتاں را ہزار بار آراست
من از حرم نگذشتم کہ پختہ بنیاد است

یہاں بت غلط نصب العین سے اور حرم اسلام سے استعارہ ہے۔

زوردار پیش گوئی

تاہم کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اقبال اشاروں پر قناعت نہیں کرتا بلکہ نہایت ہی کھلے اور زوردار الفاظ میں اسلام کے عروج اور اُمت مسلمہ کے عالمگیر غلبہ کی پیش گوئی کرتا ہے اور مسلمانوں کو یقین دلاتا ہے کہ ان کے سوائے دنیا میں کوئی دوسری قوم موجود نہیں اور اگر ہے تو مٹ جانے کے لئے ہے اور اس کا وجود عارضی ہے۔

ے حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا
تو ہے تجھے جو کچھ نظر آتا ہے نہیں ہے

ے قدم بے باک تر نہ در رہ زیست
بہ پہنائے جہاں غیر از تو کس نیست

ے رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا
اتر گیا جو ترے دل میں لاشریک لہٗ

ے کی محمدؐ سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

وہ علی الاعلان کہتا ہے کہ اُمت مسلمہ عمل تاریخ کے اس قاعدہ کی زد میں نہیں آتی جو قوموں کو اجل سے ہمکنار کرتا ہے۔کیونکہ یہ قاعدہ صرف ان قوموں پر اثر انداز ہوتا ہے جو غلط اور ناقص تصورات حقیقت پر مبنی ہوں۔مسلمان قوم کے ساتھ خدا نے وعدہ کر رکھا ہے

اِنَّا نَحنُ نَزَّلْنَا الذِّکرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحافِظُونَ ۝

’’ہم نے ہی ذکر یا قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں‘‘

ذکر کی حفاظت ذکر کرنے والے کی حفاظت کے بغیر ممکن نہیں لہٰذا قرآن کی حفاظت کے وعدہ کے اندر مسلمان قوم کی حفاظت کا وعدہ بھی موجود ہے جو قرآن کی حامل ہے پھر اس سے زیادہ واضح الفاظ میں قرآن حکیم کا وعدہ ان آیات میں ہے:

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَ یَأْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَ لَوْکَرِہَ الْکٰفِرُوْنَO ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَ لَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ O

’’یہ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ سے پھونک مار کر بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو پورا کیے بغیر رہنے کا نہیں اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے۔ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس دین کو دنیا کے تمام ادیان اور نظریاتِ زندگی پر غالب کر دے اگرچہ کافر ناخوش ہوں‘‘۔

یہی سبب ہے کہ زمانہ کے بڑے بڑے حادثات مسلمان قوم کو مٹا نہیں سکے۔ ہر بڑا حادثہ جو اس قوم کو نیست و نابود کرنے کے لئے کافی تھا اس کے لئے زندگی کا سامان بن گیا۔ ہر آگ جو کسی نمرود نے اس کے لئے روشن کی وہ ایک گلزار بن گئی۔ اوپر ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح سے خدا کا عشق وہ قانون ہے جس پر کائنات کے وجود کا دارومدار ہے لیکن خدا کا عشق کلمہ توحید کی صورت میں ایک امانت کے طور پر مسلمان قوم کے پاس ہے۔ اگر یہ قوم مٹ جائے تو خود کائنات باقی نہیں رہتی۔ اقبال ان آیات کا حوالہ دے کر کہتا ہے۔

از اجل ایں قوم بے پرواستے — استوار از نَحنُ نَزَّلْنَا ستے
ذکر قائم از قیامِ ذاکر است — از دوامِ او دوامِ ذاکر است
تا خدا اَنْ یُطْفِئُوْا فرمودہ است — از فسردن ایں چراغ آسودہ است
زانکہ ما را فطرت ابراہیمی است — ہم بہ مولیٰ نسبت ابراہیمی است
از تہِ آتش بر اندازیم گل — نارِ ہر نمرود را سازیم گل
شعلہ ہائے انقلابِ روزگار — چوں بباغِ ما رسد گردد بہار

آتشِ تاتاریاں گلزارِ کیست؟ شعلہ ہائے او گلِ دستار کیست؟
رومیاں را گرم بازاری نماند آں جہاں گیری جہاں داری نماند
شیشۂ ساسانیاں درخوں نشست رونقِ خم خانۂ یوناں شکست
مصر ہم در امتحان ناکام ماند استخوانِ او تہِ اہرام ماند
درجہاں بانگ اذاں بودست وہست ملت اسلامیاں بود است و ہست
عشق آئینِ حیاتِ عالم است امتزاجِ سالماتِ عالم است
گرچہ مثلِ غنچہ دلگیریم ما گلستاں میرد اگر میریم ما

خودی کی ایک اہم خصوصیت

اطاعت رسول ﷺ اور اقتدائے رفتگاں پر زور دینے کی وجہ سے اقبال کے بعض نادان نکتہ چین اسے ملاّئیت اور تحجر اور جمود کا طعنہ دیتے ہیں دراصل ایسے لوگ اقبال کی حکیمانہ بصیرت سے بے خبر اور اس کے فکر کی گہرائیوں سے ناآشنا ہیں۔خودی یا زندگی کی ایک بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اپنی ترقی کے کسی مرحلہ کے آغاز میں جو بھی نئی شکل وہ اختیار کرتی ہے خواہ وہ ظاہری اسباب اور حالات جنہوں نے اس شکل کا اختیار کرنا اس کے لیے ممکن بنایا ہو کچھ ہوں' وہ شکل ہمیشہ کے لیے طے پا جاتی ہے اور آئندہ کیلئے اس میں کسی قسم کا ردوبدل ممکن نہیں ہوتا اور زندگی خواہ حیاتیاتی سطح ارتقا پر کارپرواز ہو یا نظریاتی سطح ارتقا پر یہ بات ہر حالت میں درست رہتی ہے۔

مثلاً ایک نومولود بچہ کی شکل وصورت اور خدوخال کی جو تفصیلات آغاز حیات میں مقرر ہوجاتی ہیں وہی زندگی کے آخری لمحات تک چلی جاتی ہیں اور نشو ونما سے حجم اور وضاحت کے سوائے ان میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔اسی طرح سے جب کسی حیاتیاتی تقلیب کے نتیجہ کے طور پر ایک نئی نوع حیوانات کا جدّ اوّل یا پہلا فرد وجود میں آتا ہے تو اس کی شکل وصورت اور اعضا و جوارح کی جو خصوصیات اسکے جسم میں ظہور پذیر ہوتی ہیں وہ اس کی نوع میں نسلاً بعد نسل جب تک کہ نوع باقی رہے ہمیشہ موجود رہتی ہیں۔زندگی کے عمل کی ان خصوصیات کی وجہ سے ایک نوع حیوانی یا تو اپنی ابتدائی اور اصلی صورت پر ہمیشہ قائم رہتی ہے اور یا پھر کلیتاً مٹ جاتی ہے لیکن بدلتی نہیں۔

اسی طرح سے جب کسی نظریاتی تقلیب کے نتیجہ کے طور پر ایک نئی قدرتی (یعنی نبوتی)

نظریاتی جماعت کا جدّ اول یا پہلا فرد ظہور پذیر ہوتا ہے تو عمل کے وہ قواعد اور رسوم اور قوانین اور طریقے جو اس کے نظریہ کے خصائص ہوتے ہیں اور جن کو مجموعی طور پر اس کا قانون شریعت کہا جاتا ہے' اس کی نظریاتی جماعت یا امت میں نسلاً بعد نسل جب تک کہ وہ امت باقی رہے ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔ زندگی کی خصوصیات کی وجہ سے ایک نوع حیوانی کی طرح ایک نبی کی نظریاتی جماعت بھی یا تو اپنی ابتدائی اور اصلی صورت پر ہمیشہ قائم رہتی ہے اور یا پھر کلیتاً مٹ جاتی ہے لیکن بدلتی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک ایک مذہب زندہ رہتا ہے اس کے پیرو اپنی پوری قوت کے ساتھ اپنے اندر الحاد اور بدعت کے نمودار ہونے کو روکتے رہتے ہیں۔ جس طرح سے حیاتی وراثت کا قانون ایک نوع حیوانی کی اصلی شکل وصورت کی حفاظت ایک ایسے انتظام سے کرتا ہے جو جسم حیوانی کے اندر موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح سے نظریاتی وراثت کا قانون بھی ایک نبوتی نظریاتی جماعت کی شریعت کی حفاظت ایک ایسے انتظام سے کرتا ہے جو انسان کی فطرت کے اندر موجود ہوتا ہے۔ جسم حیوانی کے اندر کام کرنے والے وہی حیاتیاتی قوانین جو اس کے لیے توالد کو ممکن بناتے ہیں حیوان کی آئندہ نسلوں کو ان کے جد اول کی شکل وصورت سے ذرہ بھر انحراف کرنے نہیں دیتے اسی طرح سے فطرت انسانی کے وہی نفسیاتی قوانین جو کسی انسان کے لیے ممکن بناتے ہیں کہ وہ کسی نبی پر ایمان لائے اور اس کی روحانی اولاد قرار پائے۔ نبی پر ایمان لانے والوں کی آئندہ نسلوں کو اس کی شریعت سے سرِ موانحراف کرنے نہیں دیتے۔ قرآن حکیم نے ذیل کی آیات مبارکہ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ مَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ (4:64)

''اور ہم نے جو بھی پیغمبر بھیجا اسی لئے بھیجا کہ خدا کے حکم کے مطابق اس کی اطاعت کی جائے''

فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوۡکَ فِیۡمَا شَجَرَ بَیۡنَہُمۡ ثُمَّ لَا یَجِدُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیۡتَ وَ یُسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا

''تمہارے پروردگار کی قسم جب تک یہ لوگ اپنے تنازعات میں تمہیں حکم نہ بنائیں اور حکم بنانے کے بعد آپ جو فیصلہ کریں اسکے متعلق اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس

نہ کریں بلکہ خوشی سے سرِتسلیم خم کر دیں اس وقت تک ایمان دار شمار نہیں ہوں گے‘‘

خودی کی اس خصوصیت کا نتیجہ

زندگی کی اس خصوصیت کی وجہ سے انسان کی نظریاتی زندگی سے قریب کا تعلق رکھنے والا کوئی قول یا فعل جو نبی سے سرزد ہوتا ہے خواہ وہ کسی اتفاق کا یا سلسلہ اتفاقات کا نتیجہ ہو یا اس کے فوری اسباب اور حالات کچھ ہوں، وہ اس امت کے لیے تا قیامت شریعت کا ایک قانون بن جاتا ہے جس کی دیدہ و دانستہ نافرمانی انسان کو ارتقا کی شاہراہ سے ہٹا دیتی ہے اور اس شاہراہ سے ہٹے ہوئے غلط راستوں پر پڑی ہوئی نظریاتی جماعتوں میں شامل کر دیتی ہے جن کے لیے مٹ جانا مقدر ہے۔ قرآن حکیم نے اس شاہراہ ارتقا کو جو صرف ایک ہی ہے 'صراط مستقیم' کہا ہے اور اس سے ہٹے ہوئے غلط راستوں کو جو بہت سے ہیں 'سُبُل' کہا ہے:

اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ

’’بے شک یہ میرا رستہ سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرو اور چھوٹے چھوٹے بہت سے راستوں کی پیروی نہ کرو جو تمہیں خدا کے راستہ سے ہٹا دیں‘‘

یہی سبب ہے کہ قرآن حکیم نے صحابہ ﷢ کو منع فرمایا تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کی طرح اپنے رسول ﷺ سے زیادہ سوالات کر کے اپنے دین کو پیچیدہ اور مشکل نہ بنائیں

اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ

’’کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے بے ضرورت ایسے سوالات کرو جیسے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کیے تھے‘‘

اور یہی سبب ہے کہ حضور رحمت للعالمین ﷺ خود بھی ایسے اقوال اور افعال سے احتیاط فرماتے تھے جو امت کے لئے دین کو مشکل بنا دیں کیونکہ ضروری تھا کہ ان کو نظر انداز کرنے سے رسول کی نافرمانی لازم آئے۔

خودی کی اس خصوصیت کے بغیر ارتقا ممکن نہ ہوتا

زندگی کی اس بنیادی خصوصیت کی روشنی میں یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ کیوں رحمت

للعالمین کے عطا کیے ہوئے نظریہ حیات کے اندر اس بات کی ایک طاقتور اور نا قابل انسداد صلاحیت موجود ہے کہ وہ ہمیشہ اسی حالت پر باقی رہے جس پر اس کے بانی ﷺ نے اسے چھوڑا تھا۔ زندگی کی یہ خصوصیت دراصل ارتقا کی ضروریات کے تابع وجود میں آئی ہے۔ اگر زندگی میں یہ خصوصیت نہ ہوتی تو جب اس کی انتھک کوششوں سے کروڑوں برس کے حیاتیاتی ارتقا کے بعد انسان کی صورت میں جسمانی اور دماغی لحاظ سے ایک حیرت انگیز طور پر مکمل جسم حیوانی وجود میں آیا تھا تو اس بات کی کوئی ضمانت نہ ہوتی کہ وہ آئندہ کے لیے نہایت ہی مشکل اور بدلتے ہوئے حالات کے باوجود اپنے حیاتیاتی کمالات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم رکھ سکے گا اور اس طرح سے آئندہ کے پورے ارتقا کا ایک قابل اعتماد راستہ بن سکے گا۔ پھر اسی طرح سے اگر زندگی میں یہ خصوصیت نہ ہوتی تو جب لاکھوں برس کے نظریاتی ارتقا کے بعد ایک رحمت للعالمین کی مقدس زندگی کی صورت میں ایک حیرت انگیز طور پر مکمل نظریہ حیات وجود میں آیا تھا تو اس بات کی بھی کوئی ضمانت نہ ہوتی کہ وہ نظریہ حیات آئندہ کے نہایت ہی مشکل اور بدلتے ہوئے حالات کے باوجود اپنے نظریاتی محاسن اور کمالات کو تا قیامت قائم رکھ سکے گا اور اس طرح سے بعد کے پورے ارتقائے انسانیت کا ایک قابل اعتماد ذریعہ بن سکے گا قدرت کا قانون وراثت خواہ حیاتیاتی ہو یا نظریاتی وہ نہ صرف ارتقا کے منافی نہیں بلکہ ارتقا کے لیے ضروری ہے اس کے بغیر زندگی نہ تو اپنی گزشتہ حاصلات کو محفوظ کر سکتی تھی اور نہ ہی ان کی بنیادوں پر آئندہ کے حاصلات کی تعمیر کر سکتی تھی یہ قانون اس بات کا ضامن ہے کہ کوئی تغیر یا تو مقاصد ارتقا کے لئے مفید ہوگا اور اس راستہ پر ظہور پذیر ہوگا جو صحیح ہے اور ارتقا کی بلند تر منزلوں کی طرف جاتا ہے اور یا پھر اس کو فنا کی قوتوں کے سپرد کر دیا جائے گا تاکہ وہ اسے زود یا بدیر مٹا کر رہیں۔

ہمارے فکر و عمل میں آئندہ کا ارتقائی تغیر

انسانی شاہراہ ارتقا کی منزل مقصود مغرب کے غلط نظریات نہیں بلکہ نظریہ حیات کی وہ صورت ہے جو رحمت للعالمین کی عملی زندگی میں آشکار ہوئی تھی۔ لہٰذا مسلمان قوم کے اندر مستقبل میں جو تغیر رونما ہونے والا ہے وہ یہ نہیں کہ وہ مغرب کے کسی غلط نظریہ حیات کے پیرو بن جائیں گے بلکہ قرائن سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مسلمان قوم میں ارتقا کی منزل مقصود کی طرف آئندہ کا تغیر یہ

ہونے والا ہے کہ وہ اپنے لئے ایک جدید اسلامی نظام تعلیم نافذ کرے گی جس کے ذریعہ سے وہ طبیعیاتی، حیاتیاتی اور نفسیاتی یا انسانی علوم میں سائنسی حقائق کو عقیدہ توحید کی روشنی میں منظم کر کے عقیدہ توحید کو ایک ایسی زبردست علمی اور عقلی قوت بنائے گی جو مخالفوں کے دلوں کو بھی مسخر کرے گی اور جس کی وجہ سے عالم انسانی امن اور اتحاد کی نعمتوں سے ہم کنار ہوگا اور ایسا نظر آتا ہے کہ اس پرامن عالمگیر علمی انقلاب کا آغاز پاکستان سے ہوگا۔

آخری قوم کے اعزاز کی شرط

زندگی کے ان حقائق سے ظاہر ہے کہ اگر ہم مسلمان چاہتے ہیں کہ ہم فی الواقع دنیا کی وہ آخری قوم ہونے کا اعزاز حاصل کریں جو کائنات کی حرکت ارتقا کا مقصود اور مدعا ہے اور جو اقوام عالم کی راہ نما اور زمین کی وارث ہونے والی ہے تو ہم کو چاہئے کہ رحمت للعالمین ﷺ کے ہر قول اور فعل کو جو تاریخ کے معیاروں کے مطابق حضور کا قول اور فعل ثابت ہو چکا ہے یا تواتر اور توارث سے ہم تک پہنچا ہے، نہایت ہی گہرے عاشقانہ احترام کے ساتھ اپنی نظریاتی زندگی کا راہ نما بنائیں۔ اسی لئے اقبال کا یہ شعر

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

کسی بے بنیاد خوش فہمی پر مبنی نہیں بلکہ خودی کی لازوال فطرت کے ٹھوس حقائق پر مبنی ہے۔

اگر ہم رحمت للعالمین کی مکمل اطاعت بجا نہ لا سکیں تو پھر ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ ارتقائے انسانیت اپنی منزل مقصود کی طرف آگے نہ بڑھے۔ زندگی کی غیر مبدل خصوصیات کی وجہ سے اس کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہ ہوگا کہ ارتقا کی قوتیں ہمیں مٹا کر ایک اور قوم کو ہماری جگہ پر لائیں گی جو ہماری طرح نہیں ہوگی بلکہ رحمت للعالمین کی سچی اور عاشقانہ اطاعت کی وجہ سے درحقیقت اس قابل ہوگی کہ حرکت ارتقا کا مقصود اور مدعا اور اقوام عالم کی راہ نما اور زمین کی وارث قرار پائے۔

قرآن حکیم میں اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں ہوا ہے:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ

''اے پیغمبر ان لوگوں سے کہئے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت

کرو۔ پھر خدا بھی تم سے محبت کرے گا‘‘

اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ O

’’اگر تم ایمان دار ثابت ہوئے تو تم ہی غالب رہو گے‘‘

اقبال نے گویا اس آیت کریمہ کا ترجمہ کر دیا ہے

رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا
اتر گیا جو تیرے دل میں لا شریک لہٗ

اگر چہ یہ حقیقت زندگی کی خصوصیات اور ارتقائے عالم کی ضروریات سے صاف ظاہر ہے تاہم قرآن حکیم نے خود بھی اس کا اعلان فرمایا ہے:

وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَايَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ O (47:38)

’’اگر تم خدا سے منہ پھیر لو گے تو وہ تمہاری جگہ اور قوم لے آئے گا اور پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے‘‘

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَايَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌO (5:57)

’’اے ایمان والوں اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب خدا ایک ایسی قوم کو پیدا کر دے گا جو خدا سے محبت کرے گی اور جس سے خدا محبت کرے گا، وہ مؤمنوں کیلئے نرم اور کافروں کیلئے سخت ہوں گے۔ وہ اللہ کے راستہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے یہ (تمہارا ایمان اور عمل خدا پر تمہارا احسان نہیں بلکہ تم پر) خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنا فضل عطا کرتا ہے اور خدا کا علم وسیع ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس فضل کا حقدار ہے‘‘

اسلام کے غلط اندیش ’مصلحین‘

اس زمانہ میں مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقہ میں ایک گروہ ایسے لوگوں کا پیدا ہو گیا ہے

جن کی رغبت اسلام سے کم اور مغرب کے ناقص، غلط اور غیر اسلامی نظریات سے زیادہ ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہمارے کالجوں کی تعلیم و تربیت لادینی اور بے خدا ہے اور انسانی زندگی کے متعلق لادینی اور بے خدا نقطہ نظر پیدا کرتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مغرب کے غیر اسلامی نظریات غلط اور نامعقول ہونے کے باوجود ایک ظاہری شان و شوکت اور چمک دمک رکھتے ہیں۔ ایسے غلط نظریات کے پرستار اور اسلام سے بیزار مسلمانوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اسلام کی ایسی توجیہ کریں جو اسلام کو ان کے غلط مگر پسندیدہ نظریات کے مطابق بنادے یا قریب لے آئے۔

لہٰذا وہ کسی استاد کی راہ نمائی کے بغیر اسلام سے سطحی اور جزوی واقفیت پیدا کرنے کے بعد اسلام کے مصلحین یا ریفارمرز کے لباس میں ظاہر ہوتے ہیں اور اجتہاد کے نام پر اسلام میں ردّ و بدل کرتے ہیں اور اُمید رکھتے ہیں کہ عام مسلمان ان کی مذہبی قیادت کو قبول کریں گے۔ اپنے آپ کو یوں بلاوجہ غیر معمولی سمجھ بوجھ کا مالک قرار دے لینے کے بعد وہ ایک طرف سے تو دیندار اور پرہیز گار مسلمانوں کو کوستے ہیں کہ وہ مُلّا اور متحجر اور جامد ہیں اور زمانہ کے ساتھ نہیں بدلتے اور دوسری طرف اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ قرآن حکیم پر ان کے تشریحی اور تفسیری نقاط نہایت ہی جدید اور اچھوتے ہیں، اسلام مٹ چکا تھا لیکن ان کے قلم کی جدت طرازیوں نے اسے پھر زندہ کر دیا ہے۔

اجتہاد کی شرائط

حالانکہ اجتہاد صرف ایسے مسائل میں ہوسکتا ہے جن کے بارہ میں خدا اور رسول کے ارشادات کے اندر پہلے کوئی راہ نمائی موجود نہ ہو اور بعض نئے غیر متوقع حالات کے اندر اسلام کے مطابق عمل کرنے کے لئے خود اسلام ہی کی تعلیمات کی روشنی میں اور اس کی روح کے مطابق نئے اُصول اور قواعد وضع کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ ظاہر ہے کہ صحیح اور بے خطا اجتہاد کے لئے ضروری ہے کہ اجتہاد کرنے والا نہ صرف اسلام کی پوری تعلیمات سے اور اس کے احکام کی ساری علتوں اور حکمتوں سے باخبر اور اس کی روح سے آشنا ہو بلکہ اس کے دل میں خدا اور اس کے رسول اور اسلام کی محبت بھی درجہ کمال پر ہو۔ اگر اس کی محبت کامل نہ ہوگی جس حد تک وہ کامل نہ ہوگی اس حد تک اس کے دل میں غلط اور غیر اسلامی نظریات اور تصورات کی محبت سمائی ہوئی ہوگی جو اس کی بصیرت اسلامی کو خطا سے ملوث کرے گی اور اس کے اجتہاد کو غلط اور ناقص بنائے گی۔ لیکن خدا کی

محبت کو وہی شخص درجہ کمال پر پہنچا سکتا اور قائم رکھ سکتا ہے جو عبادت اور ریاضیت اور تقویٰ اور پرہیز گاری اور استغفار اور توبہ کو اپنا شعار بنائے۔

اجتہاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اپنی کور ذوقی کو مطمئن کرنے کے لئے ہم ان احکام کو ہی بدل ڈالیں جو بارگاہِ ایزدی یا دربارِ رسالت سے صادر ہو چکے ہوں۔ ایسا کرنا اجتہاد کی اجازت کا نہایت ہی غلط استعمال ہے جو انکارِ نبوت یا دعویٰ نبوت سے کم مذموم نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک خوبصورت شہر کے رہنے والے کسی شخص کو اجازت دے دی گئی ہو کہ جہاں کہیں کھلی زمین پائے عمارتیں بنائے لیکن وہ اس اجازت کا استعمال یوں کرے کہ کھلی زمین میں تعمیر کرنے کی بجائے شہر کی ایسی خوبصورت عمارتوں کو جو اس کے بگڑے ہوئے ذوق کے مطابق نہ ہوں گرا کر نئی بدصورت عمارتیں بنانے لگے۔ ایسے اشخاص کے متعلق ہی اقبال نے کہا ہے:

ے خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

ے احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پازند

ے حدیث بے خبراں ہے تو با زمانہ بساز
زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ ستیز

قرآن کے ارشاد کو تاویل سے بدلنا اور قرآن کے ارشادات کی گہرائیوں میں جا کر ان کی معقولیت اور صداقت کے نئے دلائل اور براہین کو دریافت کرنا ان دونوں باتوں میں بہت فرق ہے۔ ہماری تحقیق اور تفسیر کا مدعا اوّل الذکر نہیں بلکہ ثانی الذکر ہونا چاہئے۔

جمود خودی کی ایک خصوصیت ہے

کاش کہ مسلمانوں کو اتباع شریعت کا مشورہ دینے کی وجہ سے اقبال کو جمود کا طعنہ دینے والے یہ جانتے کہ جمود بھی زندگی کی ایک خصوصیت ہے جو کمال کی جانب زندگی کی حرکت کے لئے ضروری ہے اسی جمود کی وجہ سے زندگی طبیعیاتی، حیاتیاتی اور نفسیاتی قوانین قدرت کو غیر مبدل اور لازوال بنانے میں کامیاب ہوئی ہے اور ہم اس قابل ہوئے ہیں کہ ان پر بھروسہ کر سکیں اور ان

سے کام لے سکیں۔ اپنی ہر کامیابی کو جمود سے محفوظ کرنے کے بغیر زندگی اپنی اگلی منزل کی طرف قدم اُٹھانے کے لئے آزاد نہ ہوسکتی اور نہ ہی منزل بہ منزل چل کر یہاں تک پہنچ سکتی اور نہ ہی اس بات کی توقع کی جاسکتی کہ آئندہ جمود سے کام لینے کے بغیر وہ اپنے کمال کو پہنچ سکے گی۔ کاش کہ جدت پر فخر کرنے والوں کو یہ علم ہوتا کہ زندگی حیاتیاتی سطح پر مصروف عمل ہو یا نظریاتی سطح پر اس کا قاعدہ ہی یہ ہے کہ جب وہ مکمل اور مستقل قدر و قیمت کا ایک نمونہ پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو بار بار اس کا اعادہ کرتی ہے اور اسے موت سے محفوظ رکھتی ہے تا کہ وہ قائم اور موجود رہ کر زندگی کے ارتقائی مقاصد کے لئے کام آسکے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ مکمل اور مستقل قدر و قیمت رکھنے کی وجہ سے وہ اس میں ایسی صلاحیتیں اور خوبیاں پیدا کر دیتی ہے کہ وہ زندہ اور قائم رہتا ہے اور زندگی کے ارتقائی مقاصد کے لئے کام آتا رہتا ہے۔ ایسی حالت میں زندگی موت کا شکار نہیں ہوتی بلکہ اپنی کامیابیوں کو ان کی اصلی حالت میں قائم رکھ کر موت کا شکار کرتی ہے۔

اُتر کر جہانِ مکافات میں رہی زندگی موت کی گھات میں
ہوا جب اسے سامنا موت کا کٹھن تھا بڑا تھامنا موت کا

سچا اسلام محفوظ ہے

سچا اسلام وہی ہے جو رحمت للعالمین ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو دیا تھا اور جو آپؐ کی وفات سے پہلے ان کے اعتقاد اور عمل میں محفوظ ہو گیا تھا اور جو اب کسی تبدیلی کے بغیر تواتر اور توارث سے ہم تک پہنچا ہے اگر تاریخ کے کسی نکتہ پر وہ اسلام مٹ گیا تھا اور اس پر کاربند ہونے والا کوئی انسان بھی باقی نہیں رہا تھا تو اب کوئی بڑے سے بڑا ہوشیار اور ماہر نظریات مفسر اور مجتہد بھی اسے دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا کیوں کہ زندگی ہمیشہ زندگی سے پیدا ہوتی ہے موت سے کبھی پیدا نہیں ہوتی۔ تسلسل جس طرح سے ایک نوع حیوانی کی بقا کے لئے ضروری ہے اسی طرح سے ایک نظریاتی جماعت کی زندگی کے لئے بھی ضروری ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کسی نوع حیوانی مثلاً گھوڑے یا اونٹ کی نسل جب مٹ جائے تو کوئی بڑے سے بڑا ماہر حیاتیات بھی اسے دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا۔ لیکن یہ کہنا سراسر جھوٹ ہے کہ حضور ﷺ کا چھوڑا ہوا اسلام کسی وقت مٹ گیا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ بار بار رونما ہونے والے سخت مشکل حالات کے باوجود مسلمانوں پر ایسا وقت

کبھی نہیں آیا جب انہیں ایسے لوگوں کی کمی رہی ہو جو حضور ﷺ اور آپ ؐ کے ساتھیوں کے نمونہ کے مطابق زندگی بسر کرتے ہوں۔ رحمت للعالمین ؐ کی اُمت کے ایک گروہ کے اعتقاد وعمل کا اپنی اصلی حالت پر تا قیامت موجود رہنا زندگی کی خصوصیات کی بنا پر بھی یقینی اور ضروری تھا لیکن اس کی تائید میں حضور ﷺ کی ایک مشہور پیش گوئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''میری اُمت کا ایک فرقہ تا قیامت حق پر موجود رہے گا اور وہ وہی ہوگا جو میرے اور میرے صحابہ کے اعتقادات اور اعمال کے نمونہ کے مطابق زندگی بسر کرے گا''۔

شریعت کی پوری پابندی خودی کی ضرورت ہے

غرض خودی کی فطرت کے تمام حقائق ہمیں اس نتیجہ پر پہنچاتے ہیں کہ اگر مسلمان اس کائنات میں اپنا وہ مقام پانا چاہتے ہیں جو خدا نے ان کے نظریۂ حیات کی کاملیّت کی بنا پر ان کے لئے مقدر کیا ہے تو ان کو چاہئے کہ اپنے بزرگوں کی طرح خدا کی محبت کو اپنے تمام اعمال کا سرچشمہ بنائیں اور اس غرض کے لئے رسول ﷺ کی عملی زندگی کے نمونہ کو اپنا راہ نما قرار دیں۔

مقامِ خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دل بند و راہِ مصطفیٰؐ رو!

زندگی کی خصوصیات کی بنا پر رحمت للعالمین کی مکمل عاشقانہ اطاعت کی جو اہمیت ثابت ہوتی ہے اسی کے پیشِ نظر اقبالؔ وردِ کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ایسے ارکان اسلام کی پابندی پر زور دیتا ہے

لا الٰہ باشد صدف گوہر نماز — قلبِ مسلم را حجِ اصغر نماز
در کفِ مسلم مثالِ خنجر است — قاتلِ فحشا و بغی و منکر است
روزہ برجوع و عطش شبخون زند — خیبرِ تن پروری را بشکند
مومناں را فطرت افروز است حج — ہجرت آموز و وطن سوز است حج
طاعتے سرمایۂ جمعیّتے — ربطِ اوراقِ کتابِ ملتے
حبِّ دولت را فنا سازد زکوٰۃ — ہم مساوات آشنا سازد زکوٰۃ
دل ز حَتّٰی تُنْفِقُوْا محکم کند — زر فزاید الفتِ زر کم کند
ایں ہمہ اسبابِ استحکامِ تست — پختۂ محکم اگر اسلام تست

صالحین سلف کے مسلک کی تقلید کا فائدہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں کے اعتقاد و عمل کا اضمحلال دور ہوگا اوران میں خیالات کی ہم آہنگی اور عمل کی یک جہتی پیدا ہوگی۔

مضمحل گردد چو تقویم حیات — ملت از تقلید می گیرد ثبات
راہِ آبا رو کہ ایں جمعیت است — معنیٔ تقلید ضبط ملت است
اے پریشان محفل دیرینہ ات — مُردشمعِ زندگی در سینہ ات
نقش بر دل معنیٔ توحید کن — چارۂ کارِ خود از تقلید کن

عالمانِ کم نظر کا خطرناک اجتہاد

اعتقاد و عمل کے انحطاط کے زمانہ میں بے بصیرت اور کم نظر عالمانِ دین کا اجتہاد غلط نظریات وتصورات کو تقویت پہنچاتا ہے اور قوم کے اعتقاد اور عمل کو اور مضمحل کرتا ہے اپنے ایمان اور عمل کی حفاظت کیلئے اس اجتہاد سے تو یہ بہتر ہے کہ ان بزرگوں کی پیروی کی جائے جو رحلت کر چکے ہیں۔

اجتہاد اندر زمانِ انحطاط — قوم را برہم ہمی پیچد بساط
ز اجتہادِ عالمانِ کم نظر — اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر
عقل آبایت ہوس فرسودہ نیست — کارِ پاکاں از غرض آلودہ نیست
فکر شاں ریسد ہے باریک تر — وَرعِ شاں از مصطفیٰؐ نزدیک تر

اس زمانہ میں جو مسلمان اجتہاد کے طلب گار ہیں ان کا مقصد دراصل یہ ہے کہ قرآن کی تاویل سے اسلام کو بدل کر ان جدید مغربی غیر اسلامی نظریات یا اصنام فرنگی کے مطابق کر دیں جوان کو اپنی نادانی کی وجہ سے پسند ہیں اور اس طرح سے گویا ایک نئی شریعت وجود میں لائیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ دوسرے مسلمان اس خطرناک ہمت آزمائی میں ان کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ البتہ اس قسم کا اجتہاد کر کے وہ خود ہی اس پر بلا روک ٹوک عمل کریں ......حریت افکار کے اس زمانہ میں...... یہ ان کا پیدائشی اور خداداد حق ہے جس سے ان کو کوئی روک نہیں سکتا۔

ہے کس کو یہ جرأت کہ مسلمان کو ٹوکے — حریت افکار کی نعمت ہے خداداد
چاہے تو کرے کعبہ کو آتش کدہ پارس — چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد
قرآن کو بازیچہ تاویل بنا کر — چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد

ایسے مصلحین اسلام کے متعلق اقبال لکھتا ہے:

''ہمارے مذہبی اور سیاسی مصلحین سے خطرہ ہے کہ اگر ان کے نوجوانانہ جوشِ تجدد پر کوئی پابندی عائد نہ کی گئی تو وہ اصلاح کی صحیح حدود سے تجاوز کر جائیں گے۔''

ایک جگہ وہ لکھتا ہے:

''میں قدامت پسند ہندوؤں کے اس مطالبہ کو بنظر استحسان دیکھتا ہوں کہ اُنہوں نے نئے دستور میں مذہبی مصلحین کے خلاف تحفظات مانگے ہیں اور سچ بات تو یہ ہے کہ یہ مطالبہ سب سے پہلے مسلمانوں کی طرف سے پیش ہونا چاہئے تھا۔''

(اقبال کی تقریریں اور بیانات، شملہ (1948ء) صفحہ 98)

''تشکیل جدید الہیات اسلامیہ'' میں اقبال لکھتا ہے:

''ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا چاہئے کہ اسلام میں تجدد کا ظہور تاریخ اسلام کا نازک ترین دور ہے۔ تجدد کے اندر اس بات کا رجحان موجود ہے کہ وہ ایک طرح کا اضمحلال ثابت ہو۔''

مصطفیٰ کمال پر نکتہ چینی

اقبال کو مصطفیٰ کمال کی نام نہاد اصلاحات بجا طور پر سخت ناپسند تھیں۔ کہتے ہیں کہ جب ایک سربرآوردہ ہندی مسلمان نے مصطفیٰ کمال سے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا کیا ہے کہ خلافت کے اعزاز کو خود بخود چھوڑ دیا ہے، اپنی ریاست کو لادینی بنا دیا ہے، عربی رسم الخط کی بجائے لاطینی رسم الخط اختیار کر لیا ہے اور پردہ ہٹا دیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ''ہم یورپ کی عیسائی قوموں کے قریب رہتے ہیں۔ وہ ہمارے دشمن اسی لئے تھے کہ ہماری ریاست اسلامی ہے اور ہم قبائے خلافت پہن کر دنیائے اسلام کی قیادت کر رہے تھے۔ ہم نے مذہبی ریاست کی علامات کو دور کر دیا ہے اور یورپین اقوام کے طور طریقوں کو اختیار کر لیا ہے تاکہ یہ لوگ ہمیں ترقی یافتہ سمجھیں اور ہماری مخالفت سے درگزر کریں۔'' اقبال نے اس پر بڑے افسوس سے لکھا کہ تعجب ہے کہ وہ ترک قوم جن کا مقام مسلمان ہونے کی وجہ سے بلندی میں ستاروں سے بھی زیادہ ہے اس بات پر فخر کر رہے ہیں کہ وہ پستی میں ڈوبی ہوئی راہ گم کردہ عیسائی قوموں کے ہمسائے ہیں۔

ے سنا ہے میں نے سخن رس ہے ترک عثمانی
سنائے کون اسے اقبال کا یہ شعر غریب
سمجھ رہے ہیں وہ یورپ کو ہم جوار اپنا
ستارے جن کے نشیمن سے ہیں زیادہ قریب

ے زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کو کیونکر
وہ فرنگی مدنیت کہ جو ہے خود لب گور

مصطفیٰ کمال نے لادینی اور لاطینی کو اپنی قوم کی حفاظت کے لئے ضروری سمجھا۔ افسوس! کیسی الجھن میں پڑ گیا اسے معلوم نہیں کہ ناتوانوں کا علاج خدا پر بھروسہ کرنا اور خدا سے مدد مانگنا ہے جس کی طرف خدا ہوگا وہی غالب رہے گا کیونکہ خدا سب پر غالب ہے۔

ے لادینی و لاطینی کس پیچ میں الجھا تو
دارو ہے غریبوں کا لا غالب الا ہوٗ

''جاوید نامہ'' میں اقبال مصطفیٰ کمال پر اور بھی چبھتا ہوا اعتراض کرتا ہے:

مصطفیٰ کو از تجدّد می سرود گفت نقشِ کہنہ را باید زدود
نو نگردد کعبہ را رخت حیات گر ز افرنگ آیدش لات و منات
ترک را آہنگِ نودر چنگ نیست تازہ اش جز کہنۂ افرنگ نیست

خلافت سے دستبردار ہو جانا مصطفیٰ کمال کی دور اندیشی نہیں تھی اور قومیں تو اپنی عیاری سے بلا استحقاق مسلمانوں کی قیادت اور سر پرستی کا دعویٰ کرتی ہیں اور اپنی سیاسی اغراض کی بنا پر چاہتی ہیں کہ مسلمان ان کا یہ دعویٰ قبول کر لیں۔ ادھر ترکوں کا یہ حال ہے کہ مسلمان ان کو اپنی سیاست اور قیادت باصرار سونپتے ہیں اور وہ انکار کرتے ہیں۔

ے چاک کر دی ترک ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

پنڈت نہرو کے جواب میں اقبال نے لکھا:

''سوئٹزرلینڈ کے قانون کو جس میں وراثت کا قانون بھی شامل ہے اختیار کرنا یقیناً

ایک شدید غلطی ہے جو نوجوانوں کے اصلاحی جوش وخروش سے پیدا ہوئی ہے۔''

(تقاریر و بیانات صفحہ 136)

اسی طرح سے ترکیہ کے اس قانون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جس کی رو سے اذان اور قرآن کا ترکی زبان میں پڑھنا ضروری ہے، اقبال لکھتا ہے:

''ذاتی طور پر میں اس فیصلہ کو ایک شدید غلطی قرار دیتا ہوں۔'' (تقاریر و بیانات صفحہ 135)

ضرب کلیم میں اقبال صاف طور پر بتاتا ہے کہ مصطفیٰ کمال کی اصلاحات اہل مشرق کے لئے کوئی قابل تقلید مثال نہیں ہیں۔ اسی طرح سے رضا شاہ پہلوی کی مثال بھی اہل مشرق کی آرزوؤں کی تشفی نہیں کر سکتی۔

میری نوا سے گریبانِ لالہ چاک ہوا　　نسیمِ صبح چمن کی تلاش میں ہے ابھی
نہ مصطفیٰ نہ رضا شاہ میں نمود اس کی　　کہ روحِ شرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی!

(ZIONISM)

صہیونیّت

باب سوم

صہیونیت کی قتل انبیاء کرام علیہم السلام کی روش اور انکار ختم نبوت ﷺ

قرآن مجید دنیا کی واحد متداول کتاب ہے جو صہیونیت (ZIONISM) کے انسان دشمن اور ابلیسی نظریات ومنصوبہ جات کا پردہ چاک کرتی ہے اور صہیونیت کے خاتمے تک کرتی رہے گی۔ اگرچہ تورات، زبور اور انجیل بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری ہوئی کتابیں تھیں مگر وہ آج اپنی اصلی اتاری ہوئی صورت (متن) کے ساتھ دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ یہ کتابیں کہاں ہیں؟ اور کب؟ کیوں؟ اور کیسے؟ دنیا سے غائب ہوگئیں اس کا جواب بھی بنی اسرائیل یہود ونصاریٰ ہی کے ذمے ہے۔ اس کے برعکس قرآن مجید آج بھی اپنے متن کے ساتھ محفوظ ہے اس لیے کہ خود خالق کائنات نے جس کا یہ کلام ہے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ ان صفحات میں صہیونیت کے عنوان سے اس سلسلہ مضامین میں اب تک ہم قارئین کے لیے یہ عنوان شائع کر چکے ہیں

1۔ صہیونیت کیا ہے؟ (حصہ I) 2۔ صہیونیت کیا ہے؟ (حصہ II)

3۔ صہیونیت 600 ق م سے 610ء تک (حصہ I)

4۔ صہیونیت 600 ق م سے 610ء تک (حصہ II)

5۔ صہیونیت کی قتل انبیاء کرام علیہم السلام کی روش اور انکار ختم نبوت ﷺ (حصہ I)

اور یہ موجودہ اشاعت۔ ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

صہیونیت کی قتل انبیاء کرام علیہم السلام کی روش
اور انکار ختم نبوت ﷺ
(حصہ II)

انجینئر مختار فاروقی

حضرت محمد ﷺ کی بعثت کا ہجرت مدینہ کے بعد کا دور مبارک

رحمت للعالمین حضرت محمد ﷺ کی یثرب تشریف آوری سے جو روحانی موسم بدلا اور رحمت خداوندی کا نزول ہوا تو کچھ خوش بخت وخوش نصیب لوگ تو خوب خوب سیراب ہوئے اور کچھ کم بخت و بدنصیب لوگ محروم ہی رہ گئے۔

ایسا کیوں ہوا؟ قرآن مجید میں ایسی صورت حال کے بارے میں بارش کی مثال دے کر فرمایا گیا کہ:

> وَ هُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ .... وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَ الَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا .... (7-57-58)
>
> ''اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (یعنی بارش) سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری (بنا کر) بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اُٹھا لاتی ہے تو ہم اس کو ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں۔ پھر بادل سے مینہ برساتے ہیں پھر مینہ سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں............... (اس بارش کے پانی سے

جو) زمین پاکیزہ ہے اس میں سے سبزہ بھی پروردگار کے حکم سے (نفیس ہی) نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں جو کچھ نکلتا ہے ناقص ہوتا ہے''

یعنی بارش تو ایک ہی ہے جو زمین پر دور دور تک ہوتی ہے مگر فرق زمین کا ہے کہ اچھی زمین ہو تو اچھی فصل آتی ہے اور بری زمین ہو تو گندی فصل ہی سامنے آتی ہے۔ لہٰذا یہود اگر ہدایت سے محروم رہ گئے تو یہ ان کے باطن کی زمین کی شوریدگی اور بدنیتی کی وجہ سے ہوا۔

ہجرت کے بعد نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری پر ''یثرب'' تو ''مدینہ منورہ'' بن گیا، لوگ دور دراز سے آ کر مشرف بہ اسلام ہوتے گئے مگر ــــــــــ ٹس سے مس نہ ہوئے تو وہ اہل کتاب جو تورات کے حامل تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے تھے (اور انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئیوں سے واقف تھے) اس کا تذکرہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہماری رہنمائی کے لئے فرما دیا ہے:

أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَ الْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ O (02-175)

''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی اور بخشش چھوڑ کر عذاب خریدا۔ یہ آتش (جہنم) کی کیسی برداشت کرنے والے ہیں۔''

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِىْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ O (02-176)

''یہ اس لئے کہ اللہ نے کتاب سچائی کے ساتھ نازل فرمائی۔ اور جن لوگوں نے اس کتاب میں اختلاف کیا یقیناً وہ ضد میں (آ کر نیکی) سے دور (ہو گئے) ہیں۔''

فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ...... کے الفاظ بڑے معنی خیز اور یہود کے کردار اور رویوں پر بڑا تیکھا تبصرہ ہے کہ جانتے بوجھتے آگ میں جانے کا فیصلہ کئے بیٹھے ہیں ان کی کیفیت یہ ہے کہ

یا تو...... نہ......تورات (وانجیل) پر یقین ہے۔

نہ......حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد کے انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی تعلیمات پر ایمان و یقین ہے۔

نہ......آخرت کا یقین ہے

نہ......اللہ تعالیٰ اوراس کی ذات وصفات اوراس کی بے لاگ پکڑ کا کوئی احساس اور یقین ہے۔

لہٰذا...... یہ واقعی خس وخاشاک کا ڈھیر ہیں اور جہنم کے لائق ہیں۔

یا جانتے بوجھتے......علی وجہ البصیرت یہ فیصلہ کیے بیٹھے ہیں اور زیادہ امکان اسی صورت حال کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تبصرہ میں شقاقٍ بعیدٍ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں......جس کے معنی ''ضد'' اور ہٹ دھرمی کے ہیں اور یہ کیفیت ''علی وجہ البصیرت'' ہی ہوسکتی ہے لاعلمی میں ممکن نہیں۔

☆ بنی اسرائیل کے اس بگڑے ہوئے گروہ (جس کا صرف ایک حصہ یثرب میں آباد تھا) کی نفسیات سوچ اور رویہّ جو مدنی دور کے ابتدائی سالوں میں سامنے آیا، وہ اس صہیونی گروہ کا کوئی وقتی اور جذباتی فیصلہ نہیں تھا بلکہ ان کی طے شدہ رائے (CONSIDERED OPINION) تھی اور متفقہ طے شدہ فیصلہ تھا۔ ہجرت کے فوراً بعد سے لے کر جنگ خیبر میں شکست تک چھ سال مسلسل ہزیمت اُٹھاتے (RETREAT) ایک ہی سابقہ فیصلے پر عمل پیرا رہنا اور حضرت محمد ﷺ کی مخالفت اور ایذ رسانی کے فیصلے پر نظر ثانی نہ کرنا ''شقاقٍ بعید'' یعنی پرلے درجے کی ضد اور ڈھٹائی نہیں تو اسے اور کیا نام دے دیا جاسکتا ہے۔

☆ سیرت النبی ﷺ پر لکھی ہوئی متداول کتابیں اہل کتاب کے اس معاندانہ اور باغیانہ رویے کے بارے میں عام طور پر زیادہ تفصیل نہیں دیتیں ـــــــــــ اولاً اس لئے کہ مسلمان مصنّفین اور سیرت نگاروں کی کتابیں زیادہ تر مسلمان قارئین کے لئے لکھی جاتی ہیں اور لکھی گئی ہیں یا کسی انعامی مقابلہ میں انعام لینے کے لئے۔ بین الاقوامی ذہن اور پھر صہیونیت کے کردار کو سامنے رکھ کر لکھی ہوئی تحریریں اور بالخصوص سیرت کی کتابیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ دوسری طرف غیر مسلموں کی تحریریں زیادہ تر الزامی اور پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی کردار کُشی کے نقطہ نظر سے لکھی گئی ہیں یا ان کے مصادر ایسی ہی کتب ہیں۔ صہیونیت پر لکھنے کے لئے آج کی مغربی دنیا کے بااُصول اور باضمیر اہل قلم کے پاس اپنے ہاں مواد کی کمی نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کے ماضی میں

اس کو تلاش کرتے پھریں۔ یہود کا کردار یورپ میں بھی بڑا گھناؤنا تھا اور امریکہ و برطانیہ میں بھی سازشی رہا ہے اور اس پر لٹریچر کی بھرمار ہے صرف دیکھنے کے لئے دیدۂ بینا اور سمجھنے کے لئے ایک عبرت پذیر دل کی ضرورت ہے۔

یثرب کے یہودی قبائل

حضرت محمد ﷺ کے تمام سیرت نگاروں کے نزدیک جو امور متفق علیہ ہیں اور جن کا سب سیرت نگاروں سے تذکرہ کیا ہے ــــــــــ آیئے انہیں کی روشنی میں اس شیطانی گروہ کے کردار کا جائزہ لیتے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ نے ہجرت کے بعد جن چند ناگزیر امور پر توجہ دی اور ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اُن میں سے ہمارے موضوع سے متعلق ''میثاق مدینہ'' کا معاہدہ ہے۔ اس معاہدہ کے فریق درج ذیل ہیں:

(i) مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم

(ii) قبیلہ اُوس جس کی اکثریت دولت ایمان سے بہرہ ور ہو چکی تھی۔

(iii) قبیلہ خزرج جس کی اکثریت بھی دولت ایمان سے بہرہ ور ہو چکی تھی۔

(iv) بنی قینقاع یہودی قبیلہ

(v) بنی نضیر یہودی قبیلہ

(vi) بنی قریظہ یہودی قبیلہ

(مقامی عرب قبائل کے بعض CONVERTS کو ان تین یہودی قبائل کے تحت ہی لیا گیا تھا جن کے وہ حلیف تھے یا جن کے ذریعے یہودی ہوئے تھے)

ان چھ فریقوں میں مہاجرین اور اُوس وخزرج کے قبائل تو مسلمان تھے اور حضرت محمد ﷺ کو پیغمبر تسلیم کرتے تھے ان کی وفاداری اور اطاعت کیشی میں تو کوئی شک نہیں تھا۔

تین قبیلے یہود کے تھے وہ بھی نفسیاتی طور پر اندر سے شکست خوردہ تھے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے مگر بظاہر آگے بڑھ کر ایمان قبول نہیں کر رہے تھے تاہم میثاق مدینہ میں وہ شامل ہو گئے اور حضرت محمد ﷺ کی ''اعلیٰ انتظامی'' حیثیت کو قبول کر لیا۔

میثاق مدینہ

تمام سیرت نگار اس بات پر بھی متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے مدینہ تشریف آوری کے بعد جلد ہی کئی اہم اُمور کی انجام دہی کا اہتمام فرمایا۔ مثلاً مواخاۃ کا نظام، مہاجرین مکّہ کی آباد کاری، مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر اور میثاق مدینہ۔

بعض سیرت نگار اور اہل علم تو ان کاموں کی انجام دہی چھ ماہ کے اندر ہی قرار دیتے ہیں اور بعض اس کے ذرا اور طویل عرصے پر دلائل لاتے ہیں بہر حال بدر الکبری سے پہلے جو مہمات آپ ﷺ نے بھیجی تھیں وہ یقیناً فوجی کاروائیاں تھیں اور اس عرصہ میں قریش مکہ کی طرف سے مسلمانوں کے مرکز مدینہ پر حملہ کا ہمہ وقت امکان موجود تھا تاہم نبی اکرم ﷺ نے ایک بالغ نظر مدبّر اور چوکس رہنما کی طرح قریش مکہ کی نقل وحرکت اور مشاورت کی خبر رکھی اور بہت مؤثر اور کامیاب شعبۂ استخبارات قائم فرمایا۔

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر تو یقیناً تحویل قبلہ کے بعد ہوئی ہے اس لئے کہ مسجد قبلتین کی طرح کی کوئی روایت مسجد نبوی ﷺ کے بارے میں نہیں ہے کہ تعمیراتی لحاظ سے قبلہ کا رخ بدلا گیا ہو۔ تاہم ہجرت کے بعد پہلی فوجی تزویراتی اور استخباراتی مہم روانہ کرنے سے پہلے اس میثاق مدینہ کا عمل میں آجانا یقینی ہے۔ میثاق مدینہ میں یثرب کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں گویا یثرب کے نام کی تبدیلی سے پہلے یہ میثاق طے پا گیا تھا۔ اس میثاق کا متن کتب تواریخ میں درج ہے۔ طوالت کے باوجود ذیل میں اس کا متن درج کر رہے ہیں۔ یہ ترجمہ ہم نے غزوات رسول اللہ ﷺ۔ مصنفہ: بریگیڈیئر گلزار احمد صاحب مطبوعہ اسلامک پبلی کیشنز لاہور سے لیا ہے اور شکریے کے ساتھ افادہ عام کیلئے دے رہے ہیں۔ (قوسین میں الفاظ مؤلف کے اپنے ہیں جو مطلب کی وضاحت کیلئے دیئے گئے ہیں)

میثاقِ مدینہ کا مکمل متن

(حصہ اوّل...... دستاویز کا عنوان اور نوعیت)

01۔ یہ دستاویز محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہے۔ یہ مسلمانوں کے درمیان (یعنی) قریش اور یثرب کے مسلمانوں اور (ان کے درمیان ہے) جنہوں نے ان کی پیروی کی اور ان کے ساتھ مل کر محنت سے کام کیا یہ ایک ہی اُمت ہیں باقی سب (دنیا) کے مقابلہ میں۔

(حصہ دوّم......مسلمانوں کے آپس میں باہمی تعلقات)

02۔ قریش (کے) مہاجرین آپس میں خون بہا اپنے موجودہ دستور کے مطابق ادا کرتے رہیں گے۔______اور

03۔ (کسی کے ساتھ جنگ ہونے کے صورت میں) وہ اپنے قیدیوں کو انصاف اور محبت کے ساتھ آزاد کرائیں گے۔(یعنی ماقبل اسلام کے طبقاتی تعلقات کے مطابق تاوان ادا نہیں کریں گے، جس کے دوران امیر و غریب کے تاوان میں تفریق رکھی جاتی تھی۔ اس کے یہ معنی بھی ہوئے کہ حضور اقدس ﷺ نے تاوان سے متعلق بھی احکام جاری کرر کھے تھے مگر چونکہ نو سال کی متعدد لڑائیوں میں ایک مسلمان مجاہد بھی دشمن کا قیدی نہیں بنا تھا اس لئے ہم تک یہ فیصلہ نہیں پہنچ سکا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مسئلہ راقم الحروف کے مطالعہ میں نہ آیا ہو۔)

(حصہ سوم...... یہودیوں کے آپس میں باہمی تعلقات)

04۔ بنی عوف آپس میں خون بہا اپنے موجودہ رواج کے مطابق ادا کریں گے۔

05۔ (کسی کے ساتھ جنگ ہونے کی صورت میں) (یہودیوں کے) تمام فریق اپنے قیدیوں کو انصاف اور محبت کے ساتھ اس رواج کے مطابق آزاد کرائیں گے جو مسلمانوں میں قائم کیا گیا ہے۔(یعنی قبل اسلام کے غیر مسلم طبقاتی معاشرے کے رواج کے مطابق قیدی آزاد نہیں کرائیں گے۔ اس لئے کہ اس رواج میں مساوات اور انصاف موجود نہ تھا۔ یہودیوں کو اس شق کے ذریعہ اُصول اسلام کے مطابق عمل کرنے پر پابند کرلیا گیا ہے۔ اگر مدینہ کے یہودی میثاق مدینہ کی دستاویز پر عمل کرتے رہتے تو رفتہ رفتہ شریعت اسلامیہ کے پابند ہو جاتے۔ شاید یہی خوف محسوس کر کے وہ شرارتوں پر اُتر آئے تھے اور بالآخر ان کو مدینہ بدر کرنا پڑا۔)

06۔ بنوسعید، بنوحارث، بنوجشم اور بنونجار (بھی) ان ہی خطوط پر پابند ہوں گے۔

07۔ بنوعمرو بن عوف، بنوالنبیت اور بنوالعوث (بھی) اسی طرح پابند ہوں گے۔

(حصہ چہارم......مسلمانوں اور غیروں کے مابین تعلقات)

08۔ مسلمان اپنے قیدیوں کا تاوان ادا کرنے میں کوتاہی نہ کریں گے اور نہ ہی خون بہا ادا کرنے میں کوتاہی کریں گے۔ (یعنی یہ قبیلوں کی ذمہ داری نہ ہوگی بلکہ ملت کی اجتماعی ذمہ داری تصور ہوگی۔

مسلمان اب بحیثیت اُمت کے ایک علیحدہ اکائی تسلیم کیے جا رہے ہیں بنو ہاشم یا قریش اور دوسری طرف انصار و مہاجر کی اصطلاحیں اب مٹائی جا رہی ہیں)

09۔ مسلمان اپنے میں سے ایک دوسرے کے آزاد کردہ غلام کو اس کی مرضی کے خلاف اپنا حلیف نہیں بنائیں گے۔

10۔ مسلمان جو اللہ کا خوف رکھتے ہیں وہ باغی عنصر اور ان لوگوں کی مخالفت کریں گے جو مسلمانوں کے درمیان ناانصافی، گناہ، بدکرداری یا دشمنی کو فروغ دیتے ہوں۔

11۔ اگر کوئی اس طرح کے قصور کا مجرم ہوگا تو تمام مسلمان اس کی مخالفت کریں گے چاہے وہ (ان میں سے) کسی کا لڑکا ہی (کیوں نہ ہو)۔

12۔ مسلمان کسی غیر مسلم کی خاطر کسی دوسرے مسلمان کو قتل نہیں کرے گا (چاہے وہ غیر مسلم اس کا عزیز کیوں نہ ہو۔)

13۔ کوئی بھی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے خلاف کسی غیر مسلم کی مدد نہیں کرے گا۔ (یہ شق میثاق میں اس لئے دی گئی تھی کہ غیر مسلموں کو علم ہو کہ ان کے مسلمان عزیز و اقارب کسی مسلمان کے خلاف ان کی مدد نہیں کریں گے۔ یعنی انہیں امداد کی توقع نہ رہے۔)

14۔ جب اللہ کے نام پر امان دی جاتی ہے تو وہ سب کی طرف سے ہوگی مسلمانوں میں سے کمزور ترین (فرد) امان دینے کا مجاز ہے (اللہ کے نام پر ہر مسلمان امان دے سکتا ہے) اور سب مسلمان اس کے پابند ہوں گے۔

15۔ مسلمان دوسروں سے علیحدہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار رہوں گے۔ (دوسروں کو ان کی جانب سے اپنا صحیح مقام معلوم ہونا ضروری تھا۔)

(حصہ پنجم......مسلمانوں اور یہودیوں کے مابین تعلقات)

16۔ وہ یہودی جو ہماری (مسلمانوں کی) پیروی کریں گے ان کی (ہر ممکن) مدد کی جائے گی اور ان کے ساتھ برابری کا سلوک کیا جائے گا (معاشرتی قانونی اور اقتصادی مساوات کا اقرار مملکت کے تمام شہریوں کو عطا کیا جا رہا ہے۔)

17۔ کسی یہودی پر زیادتی نہیں کی جائے گی۔ (یعنی کسی شہری کو اس کے غیر مسلم دین کی وجہ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی۔) (اس سے یہ استدلال بھی کیا جا سکتا ہے کہ ہجرت سے قبل یثرب

میں یہودیوں کو مکمل شہری حقوق حاصل نہ تھے۔)

18۔ یہودیوں کے دشمنوں کی مدد نہیں کی جائے گی۔(یعنی ان یہودیوں کے دشمن جو مسلمانوں کی پیروی کر رہے ہیں البتہ اگر ان کا اطلاق تمام یہودیوں پر تھا تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ میثاق مدینہ میں تمام یہودی شروع سے ہی شامل ہو گئے تھے۔تاریخ البتہ یہ بتاتی ہے کہ کچھ یہودی قبائل نے میثاق پر بعد میں دستخط کئے۔)

(حصہ ششم......مملکت مدینہ کا دفاع)

19۔ مسلمانوں کا امن غیر منقسم ہے۔(یعنی مملکت مدینہ کی اُمت کا امن تقسیم نہیں کیا جا سکتا یا تو پوری ملت امن سے رہے گی یا پھر پوری ملت کو جنگ میں شرکت کرنی پڑے گی۔

20۔ جب مسلمان اللہ کی راہ میں لڑائی کر رہے ہوں گے تو علیحدہ صلح نہیں کی جائے گی (یعنی کوئی فریق بھی مسلمانوں کی مرضی کے بغیر صلح کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔)

21۔ حالات ہر ایک کے لئے یکساں ہوں گے (یعنی جنگ یا امن کے حالات اور جنگ کے دوران آرام و تکلیف کے حالات ہر فریق اور ہر فرد کے لئے یکساں ہوں گے۔)

22۔ جب مہموں کے لئے جا رہے ہوں گے (تو) سوار اپنے ساتھ دوسرے کو بٹھائے گا۔(اوائل میں سواری کے جانوروں کی سخت قلت تھی؛ ہر ایک کے لئے جانور مہیا نہ ہو سکتا تھا، اگر قانونی طور پر دوسروں کو ساتھ بٹھانے کی رعایت نہ دی جاتی تو ممکن تھا کہ بہت سے سپاہی لڑائی میں حصہ لینے سے محروم رہ جاتے۔بدر کے موقع پر چار آدمیوں کے لئے ایک اُونٹ مہیا ہو سکا تھا)

23۔ جب اللہ کی راہ میں جنگ ہو رہی ہو تو مسلمان ایک دوسرے کے خون کا بدلہ لیں گے۔(یعنی لڑائی میں اگر ایک محاذ پر شدت کی لڑائی ہو رہی ہو اور وہاں شہداء کی تعداد زیادہ ہو تو جس محاذ پر لڑائی کم ہو وہ لڑنے میں کمی نہ کریں اور شدت والے محاذ کا بدلہ لینے میں کوتاہی نہ کریں۔ جنگ بہت سی لڑائیوں اور مہموں کا مجموعہ ہوتی ہے۔اگر ایک لڑائی میں کسی طرح خامی رہ گئی ہو تو اس کا ازالہ بعد میں دوسری لڑائی یا مہم میں کرنا ہوگا۔)

24۔ مسلمان استقلال اور پامردی میں اللہ کے خوف کی وجہ سے (جنگ کے دوران دوسرے کی نسبت مضبوط ہیں اور اس کی وجہ سے انہیں (اللہ کی طرف سے) ہدایت عطا ہوتی ہے۔(دوسروں کو بھی اس

درجہ استقلال اور پامردی پیدا کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے یعنی مسلمان بننے کا شوق پیدا کیا جارہا ہے)

25۔ کسی غیر مسلم کو اجازت نہ ہوگی کہ وہ قریش کا مال اپنی حفاظت میں لے۔(یعنی قریش جو دشمن تھے ان کا مال مالِ دشمن ہونے کی حیثیت سے مملکت کے حوالے کیا جائے گا۔آج کل دشمن کی ملکیت کو اسی اُصول کے تحت حکومت اپنی تحویل میں لے لیتی ہے۔تحریری صورت میں یہ حکم میثاق مدینہ سے قبل کسی ملک کے قانون میں نہیں دیکھا گیا۔)

26۔ کوئی غیر مسلم قریش کے معاملہ میں دخل نہیں دے گا۔(قریش اعلان جنگ کر چکے تھے۔اب مدینہ کا کوئی شہری قریش کے کسی فرد کے معاملے میں سفارش نہیں کر سکتا تھا۔مدینہ کے تمام شہری قریش کے تمام افراد کے ساتھ جنگی فریق کا سا سلوک رکھ سکتے تھے اور تمام شخصی دوستی کے تعلقات منقطع کئے جارہے تھے)

27۔ اگر کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کو بغیر جائز وجہ کے قتل کرتا ہے تو اسے بھی قتل کیا جائے گا سوائے اس حالت کے کہ اگر اس کا وراث راضی ہو گیا ہو۔تمام مسلمان ایسے قاتل کے خلاف ہوں گے۔کوئی مسلمان بھی اگر وہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو ایسے آدمی کو پناہ نہ دے سکے گا۔(قتل معاشرے میں بدامنی کا باعث بنتے ہیں اس لئے قتل کے خلاف سخت احکام کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔غیر مسلم کے ہاتھوں قتل کا ذکر ہے، مسلمان کے ہاتھوں قتل کا اس لئے ذکر نہیں کہ مسلمانوں کے انضباط کا اتنا اعلیٰ معیار تھا کہ ان کے ہاتھوں اولاً تو قتل کا امکان کم تھا اور اگر کوئی مسلمان قانون شکنی کرتا بھی تو وہ حضور ﷺ کے احکام تلے تھا اور حضور ﷺ جو سزا دیتے اسے قبول کر لیتا۔اس بات کا مدینہ کے ہر شہری کو علم تھا۔)

28۔ جب کسی بات میں تمہارے درمیان اس دستاویز کے متعلق اختلاف ہو تو معاملہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جائے گا (یعنی معاملہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جائے گا اور رسول اللہ ﷺ اللہ کے احکام کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے اور آپ ﷺ کا فیصلہ اللہ کا فیصلہ تصور ہوگا۔)

29۔ یہودی جب مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کر رہے ہوں گے تو وہ جنگ کے خرچ میں شریک ہوں گے۔

30۔ بنو عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک ہی ملت ہیں۔یہودیوں کا اپنا دین ہے اور مسلمانوں کا اپنا دین اس بات کا اطلاق ان کے آزاد کردہ غلاموں پر بھی ہوگا سوائے ان (آزاد کردہ غلاموں) کے جو ناانصاف ہوں اور گناہ کے مرتکب ہوں۔اس طرح (ناانصاف اور گناہگار ہونے کی صورت میں) وہ اپنا اور اپنے خاندان کا نقصان کرتے ہیں۔(گناہگار کے معنی قانون توڑنے والے کے

ہیں چاہے یہ قانون کسی قسم کا ہی کیوں نہ ہو۔)

31۔ یہی بات بنوالنجار بنوالحارث، بنوالسعید بنوثعلبہ، بنواُوس، ثعلبہ اور جافنہ جو بنوثعلبہ کا قبیلہ ہیں اور بنوالشّیبہ کے معاملہ میں ہوگی۔

32۔ وفاداری دھوکہ بازی کے خلاف باعث تحفظ ہے (یعنی وفادار انسان اپنے خیر خواہوں کی مدد سے دوسروں کے دھوکہ سے بچ سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں جو مملکت کے ساتھ وفاداری کرتا رہتا ہے اسے ملک وملت کو دھوکہ دینے کا خیال بھی پیدا نہیں ہوتا اور وہ یوں بھی محفوظ رہتا ہے۔)

33۔ ثعلبہ کے آزاد کردہ غلاموں کو وہی مقام حاصل ہوگا جو ثعلبہ کو ہے۔ (اس میں حقوق اور ذمہ داریاں یکساں طور پر شامل ہوں گی یعنی اگر انہیں انصاف کی توقع ہوگی تو قانون کی پابندی اور لڑائی میں شرکت بھی ان کا فرض ہوگا۔)

34۔ جو یہودیوں کے ساتھ معاہدوں کے ذریعہ پابند ہیں ان کے ساتھ بھی وہی سلوک روا رکھا جائے گا جو یہودیوں کے ساتھ ہوگا۔

35۔ محمد (رسول اللہ ﷺ) کی اجازت کے بغیر کوئی بھی (مدینہ کا قبیلہ اور فریق جو اس میثاق میں شامل ہے) جنگ نہیں کرے گا۔ (البتہ) اگر کسی فرد یا قبیلہ کو کوئی گزند پہنچایا گیا ہے تو وہ بدلہ لے سکتا ہے (مگر یہ شخصی اقدام ہوگا۔ کوئی فریق کسی بیرونی طاقت کے خلاف جنگ نہیں کر سکتا۔)

36۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو بغیر وجہ کے قتل کرتا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اس نے اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو قتل کیا ہے۔ وہ قتل اس لئے کیا گیا تھا کہ اسے نقصان پہنچایا گیا تھا۔

37۔ یہودیوں کو (جنگ میں) اپنے اخراجات خود برداشت کرنے ہوں گے اور مسلمانوں کو اپنے اخراجات برداشت کرنے ہوں گے۔

38۔ اگر اس میثاق میں شامل قبیلہ پر کوئی حملہ کرتا ہے تو دوسروں کو اس کی مدد کیلئے آنا ہوگا۔

39۔ (اس میثاق میں شامل قبائل کو) ایک دوسرے کے ساتھ صلاح ومشورہ کرتے رہنا چاہئے۔

40۔ وفاداری دھوکہ کے خلاف تحفظ عطا کرتی ہے (بعض اوقات جو لوگ باہمی صلاح ومشورہ سے پہلوتہی یا گریز کرتے ہیں اس کی وجہ نیت کا فتور ہوتا ہے اور ان کی وفاداری کا یقین نہیں ہوتا۔

41۔ کوئی شخص اپنے حلیف کے قصور کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا۔

42۔ اگر (اس دستاویز میں شامل قبائل یا ان کے افراد میں سے) کسی کو کوئی نقصان پہنچتا ہے تو اس

کی مدد کی جانی چاہئے۔

43۔ یہودیوں کو مسلمانوں کے ساتھ (جنگ کے) اخراجات میں حصہ دار بننا ہوگا۔ (اس شق کا یہ مقصد تھا کہ جب یہودی خود جنگ میں شامل نہیں ہو رہے تو کم از کم انہیں جنگ کے اخراجات برداشت کرنے پڑیں گے۔ شق 37 ان حالات کے لئے ہے جب یہودی جنگ میں شامل ہو رہے ہوں۔)

44۔ اس میثاق میں شامل قبائل کے لئے یثرب حرم (پناہ گاہ) ہوگا۔

45۔ اگر کسی اجنبی (فرد) کو (اس میثاق میں شامل کسی قبیلہ یا اس کے فرد نے) پناہ دی ہو تو اس کے ساتھ وہی سلوک ہوگا جو اس کے میزبان (پناہ دینے والے) کا حق ہوگا۔ بشرطیکہ وہ کوئی نقصان نہیں پہنچا رہا یا کسی جرم کا مرتکب نہیں ہو رہا۔ (اگر کوئی پناہ لینے والا ملکی قانون کے تحت یعنی شریعت اسلامیہ کے تحت کوئی جرم کرے گا یا یثرب کے کسی شہری کو نقصان پہنچائے گا تو پھر یہ پناہ اسے نہ بچا سکے گی اور وہ قانون کے تحت ملزم قرار دیا جائے گا۔ علاوہ بریں اشقاق نمبر 25، 26، 48 کی روشنی میں قریش کے معاملہ میں یہ پناہ نا قابل قبول ہوگی۔)

46۔ عورت کو صرف اسی صورت پناہ دی جائے گی جب اس کے خاندان کی اجازت موجود ہو۔

47۔ اگر کوئی ایسا اختلاف ہو یا نزاع پیدا ہوتا ہو جس سے لڑائی جھگڑے کا خدشہ ہو تو معاملہ اللہ اور اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کے سامنے پیش کیا جائے گا اور اس میثاق کی ہر اس بات کو قبول کرنا ہوگا جس سے پاکیزگی اور تقویٰ حاصل ہو۔

48۔ قریش اور ان کے حلیفوں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔ (اہل قریش کے اعلانِ جنگ کی وجہ سے یہ شق شامل کی گئی تھی۔ تاریخی اعتبار سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ میثاق مدینہ اہل مکہ کے اعلان جنگ کے بعد وجود میں آیا۔)

49۔ یثرب پر حملہ ہونے کی صورت میں اس میثاق میں شامل تمام فریق ایک دوسرے کی مدد کرنے کے پابند ہیں۔

50۔ اگر ان سے (یعنی مسلمانوں کے علاوہ باقی تمام فریقوں سے) صلح کرنے کو کہا جاتا ہے (یا مملکت کے اندر قیام امن کے لئے کہا جاتا ہے) تو انہیں اس حکم کا پابند ہونا پڑے گا۔ اسی طرح کی درخواست مسلمانوں کو کی جاتی ہے تو وہ بھی اس کے پابند ہوں گے، سوائے ایسے موقعوں کے جب مسلمان ماقبل سے اللہ کی راہ میں جنگ کر رہے ہوں۔ (اس شق کی بہت شدت سے ضرورت تھی۔ اہل مکہ یا ان

کے حلیف قبائل میثاق میں شامل فریق کے ذریعہ جاری جنگ کو رکوا سکتے تھے۔اس لئے واضح طور پر کہہ دیا گیا کہ امن قائم رکھنا یا صلح کرنا مملکت کے مفاد میں قابل قبول ہوگا۔البتہ اگر مسلمان کسی دشمن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہوں اور دشمن شکست سے بچنے کے لئے میثاق میں شامل کسی قبیلہ کے ذریعہ صلح کی خواہش کرے تو وہ قبول نہیں کی جائے گی۔)

51۔ ہر ایک کا حصہ اس بات پر منحصر ہوگا کہ وہ میثاق میں شامل کون سے فریق کا فرد ہے۔ (جماعتوں کی اجتماعی حیثیت مراد ہے)۔

52۔ قبیلہ العوث کے یہودی اور ان کے آزاد کردہ غلام جب تک وفادار رہیں گے اس وقت تک اسی مقام کے حامل ہوں گے جو میثاق میں شامل دوسرے فریقوں کو حاصل ہے۔ وفاداری دھوکہ بازی کے خلاف تحفظ ہے۔(ایک بار پھر یاد دلایا جا رہا ہے کہ بے وفائی نقصان دہ ثابت ہوا کرتی ہے۔)

53۔ کوئی شخص اگر وفادار رہتا ہے یا بے وفائی کرتا ہے تو وہ اپنے فائدہ (اور نقصان) کے لئے کرتا ہے۔

54۔ اللہ اس میثاق کی تائید کرتا ہے۔

55۔ یہ دستاویز کسی ظالم اور مجرم کو حفاظت نہیں دے سکے گی۔(محض اس لئے کہ کوئی قبیلہ اس میثاق میں شریک ہے اس کے افراد کو یا اس قبیلہ کو دوسروں پر ظلم ڈھانے یا مملکت کے امن وامان کو تباہ کرنے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔)

56۔ اگر کوئی شخص (مملکت کی دفاعی) جنگ میں حصہ لیتا ہے یا گھر پر بیٹھا رہتا ہے وہ (دونوں صورتوں میں) امن اور سلامتی کا (اس وقت تک) حقدار ہے (جب تک وہ) کوئی جرم یا گناہ نہیں کرتا۔ (کسی کو اس لئے قانون کے تحفظ سے محروم نہیں کیا جائے گا کہ اس نے جنگ میں شرکت کرنے سے انکار کیا تھا۔)

(حصہ ہفتم......تحفظ کی ضمانت)

57۔ اللہ نیک بندوں اور ان لوگوں کا محافظ ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں (اس لئے جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور نیک ہیں ان کو محمد ﷺ اللہ کی جانب سے امن کی ضمانت دیتے ہیں۔)

میثاق مدینہ کے بعد یہود کا طرزِ عمل

اس میثاق کے بعد ایک فریق معاہدہ کی حیثیت سے ان کا طرزِ عمل کیا ہونا چاہئے تھا اور یہودی قبائل کا طرزِ عمل بالفعل کیا رہا؟ یہ ایک نا قابل وضاحت نکتہ ہے جسکی کوئی معقول وضاحت نہیں کی جاسکتی سوائے اس کے کہ یہود بدنیّت تھے اور قرآن مجید میں یہود کے عمومی طرزِ عمل پر ایک میثاق خداوندی کی خلاف ورزی پر جو بتصرہ ہے وہی ـــــــــ صحیح ترین تجزیہ شمار ہوسکتا ہے۔

سورۃ بقرہ آیات 83 اور 84 میں دو میثاق مذکور ہیں اور ان دونوں میثاق کی صریحاً خلاف ورزی پر آیت 83 میں بتصرہ ہے۔ وَ اَنْتُمْ مُعْرِضُوْنَ ......اور تم (تو ہو ہی معاہدے کر کے) پھر جانے والے اور اگلی آیت 84 میں تبصرہ ہے:

أَ فَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْىٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

''کیا (بات ہے کہ) تم کتاب (اللہ) کے بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کیے دیتے ہو تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو رسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈال دیے جائیں اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ان سے غافل نہیں''

اور مزید

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَاهُمْ يُنْصَرُوْنَ

''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی سو نہ تو ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو (اور طرح کی) مدد ملے گی''

رحمت للعالمین ﷺ اور یہود

نبی رحمت حضرت محمد ﷺ مدینہ تشریف لائے تو بنی اسرائیل کے اس بگڑے ہوئے ZOINIST گروہ سے رابطہ ہوا۔ یہ باہمی رابطہ اور براہ راست تعلق (DIRECT

(INTERACTION) چھ سال کے عرصے پر محیط رہا اور فتح خیبر پر ختم ہو گیا۔ ان چھ سالوں میں یہود کے لئے (سورۂ اعراف میں وارد الفاظ کے مطابق) آپ ﷺ کے دامن رحمت میں سمانے کی جگہ تھی اور موقع بھی تھا تاہم...... بُرا ہو صہیونی ذہنیت کا...... کہ یہودیوں کے طرزِ عمل نے ان چھ سالوں میں مدینہ میں قیامت کا عالم برپا کیے رکھا۔

صدیوں سے ترتیب پائے ہوئے (PRE-PLANNED) خوفناک انسان دشمن اور شیطان دوست منصوبے جو اس شیطانی گروہ نے اپنے سینے میں پال رکھے تھے...... وہ بروئے کار لانے کی کوششیں ہوئیں...... بار بار ہوئیں...... مگر ناکامی یہود کا مقدر رہی اور کامیابی حق کے ساتھ رہی۔ باطل مغلوب ہو کر...... جلاوطن ہوا اور باطل تو ہوتا ہی بھاگنے والا ہے۔

سرزمین حجاز میں صہیونیت کی آمد...... تاریخ بنی اسرائیل پر نگاہ بازگشت

بنی اسرائیل کے نزدیک حجاز مقدس کی اہمیت بڑی واضح تھی۔ بنی اسماعیل انہیں کے اپنے اعزہ و اقارب تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہی تو تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولادِ ابراہیم کے ساتھ وعدے بھی ان کے پیش نظر تھے اس کے باوجود فرعون کی غلامی کے دور زوال میں برادرانِ یوسف کا کردار پھیلتا چلا گیا اور بنی اسرائیل کا عمومی مزاج بن گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا ہوئی اور مختلف مراحل سے گزر کر جب فلسطین میں دوبارہ آباد ہوئے اور آسودگی و امن کا دور آیا تو انہیں 'بیت اللہ'، مکہ، وادیٔ بطحا، فاران، صفا مروہ، چاہ زمزم اور طواف کی اصطلاحات کی طرف توجہ ہوئی۔ اس لئے کہ فرعون کی غلامی سے نجات سے لے کر فلسطین میں آبادی تک ان کے لئے توجہات کا مرکز ایک 'خیمہ' تھا وہ جہاں ہوتے وہ خیمہ نصب کرتے اور اس کے گرد اپنے مکان بنا لیتے یا خیمے گاڑ لیتے۔ اس خیمے کی طرف ہی منہ کر کے عبادت ہوتی اور اسی خیمہ میں تابوت سکینہ رکھا رہتا تھا۔

اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ سرزمین حجاز میں 'بیت اللہ' ہے اور وہی ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام سے مل کر بنایا تھا اور دنیا نے بالآخر اسی گھر کی طرف لوٹنا ہے اور نسل انسانی نے اسی کو اپنا مرکز بنایا ہے۔ یہیں وہ بڑا پیغمبر علیہ السلام آئے گا یہی تورات کی تعلیمات بھی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات طیبہ اور اس کے بعد بھی انبیاء کرام علیہم السلام تو خیمہ

کا رُخ مکہ کی طرف ہی بذریعہ وحی کر لیتے تھے یہی تورات کی تعلیمات بھی تھیں۔ مگر آج سے 3000 سال قبل مصر میں موجود بنی اسرائیلی عام افراد کے لئے 'کعبہ' یا مکہ کا رُخ معین کر کے اور اس کی طرف منہ کر کے عبادت کرنا بغیر وحی ممکن نہیں تھا۔ صحرا نوردی کے دور میں یا فلسطین میں آبادکاری کے بعد ان کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی تھی، آسودگی آ گئی تھی اور پیغمبروں علیہم السلام کی موجودگی میں بھی آبادی سے دور ہر جگہ اور ہر موقع پر مکہ والے 'بیت اللہ' کی طرف 'قبلہ رُخ' ہونا ممکن نہیں تھا اس لیے کہ ابھی انسان نے ایسے آلات اور فنی علم دریافت نہیں کیا تھا۔ لہٰذا......

حضرت داوٗد علیہ السلام نے ایک عبادت گاہ بنائی اور اس کا رُخ مکہ والے قبلہ کی طرف بنایا تاکہ قرب وجوار میں لوگ اس عمارت کو دیکھ کر رخ معین کر لیا کریں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس عبادت گاہ کو ایک شاندار 'ہیکل' میں بدل دیا (ہیکل کے بمعنی بڑی یادگار عمارت) جو ہیکل سلیمانی کہلایا۔

بنی اسرائیل نے آہستہ آہستہ اسی ہیکل کو فی نفسہٖ 'قبلہ' تصور کر لیا اور اس ہیکل سلیمانی کی اہمیت کے نتیجے میں بنی اسرائیل کے بگڑے ہوئے گروہ نے اصلی 'بیت اللہ' جو مکہ میں تھا اس کے آثار اور متعلقات اس ہیکل کے لئے بھی گھڑ لئے اور دورِ زوال میں چاہ زمزم، صفا مروہ، قربان گاہ وغیرہ کے خودساختہ نشان بنا لئے، شیاطین اور ہاروت و ماروت کا دور آنے سے قبل ہی بنی اسرائیل ان روایات میں پختہ ہو گئے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پہلوٹھا بیٹا ہونے سے انکاری ہو گئے تھے اور ان کی جگہ 'ہیکل سلیمانی' کو کعبہ اور خودساختہ شعائر کعبہ کو اصلی قرار دے کر اپنے جدِامجد حضرت اسحاق علیہ السلام ہی کو وہ بیٹا سمجھنے لگ گئے تھے جن کی قربانی دی گئی تھی اور وہ قربان گاہ بھی فرضی طور پر...... یروشلم میں ہی معیّن کر دی گئی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد زوال پختہ ہوتا چلا گیا۔ قتل انبیاء کرام علیہم السلام کے نتیجے میں بنی اسرائیل نے ہدایت کے دروازے اپنے اوپر خود بند کر لیے۔ اس طرح اس گروہ نے اس ہیکل سلیمانی کو ہی اصل قبلہ قرار دے دیا۔ نمرود بادشاہ بخت نصر کے حملہ (567ق م) میں یہ ہیکل مسمار کر دیا گیا۔ یہود کو بادشاہ قیدی بنا کر عراق لے گیا 150 سال بعد رہائی ملی تو ہیکل گرا ہوا تھا۔ اسی گروہ کو حضرت عزیز علیہ السلام کے ذریعے دوبارہ ہدایت ملی جذبہ بیدار ہوا............ جہاد کے لئے تیار ہوئے، اللہ تعالیٰ نے عروج دے دیا، ہیکل سلیمانی دوبادہ تعمیر کر لیا گیا۔ اغلباً عراق کی غلامی

سے نجات پر ہی اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لیے ہیکل سلیمانی کو بنی اسرائیل کا قبلہ قرار دے دیا۔

ہیکل سلیمانی کے 'قبلہ' قرار پانے سے صہیونی گروہ کے سابقہ منصوبے میں جان پڑ گئی کعبۃ اللہ کی ساری نشانیاں اور شعائر جو چند صدیاں پہلے شرارتاً بنائے گئے تھے ——— اب موقع آ گیا تھا کہ ان کو دلیل سے بھی ثابت کر دیا جائے کہ اب یہی قبلہ ہے تو اس کے گرد وہ چاہ زمزم، صفا مروہ، قربان گاہ وغیرہ کے شعائر بھی ضروری ہیں۔

Documents\Graphic1.jpg not found.

ان سب حرکتوں اور منصوبہ بندی سے مراد...... اس صہیونی گروہ کی یہ تھی کہ آنے والے آخری بڑے پیغمبر علیہ السلام کا وجود فلسطین میں ثابت کر دیں جس کا تذکرہ تورت اور انجیل میں تھا جس کے وہ منتظر بھی تھے اور آرزومند بھی۔ قرآن پاک نے اس کی طرف اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرے کے بعد سورۂ اعراف میں حضرت محمد ﷺ کا ذکر ہے کہ اب صرف وہی لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق اور کامیاب قرار پائیں گے جو حضرت محمد ﷺ کا اتباع کریں گے جو مختلف فرائض منصبی ادا کرتے ہوئے تشریف لے آئے ہیں اور اَلَّذِیۡ یَجِدُوۡنَهٗ مَكۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِی التَّوۡرٰىةِ وَ الۡاِنۡجِيۡلِ (7-157) ''جن (کے اوصاف کو تذکرہ) وہ اپنے

ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں‘‘۔

حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے یہ اسرائیلیات صرف ’نظریہ‘ اور خیال کی حد تک تھیں بعد ازاں فلسطین میں علیحدہ ’مسجد‘ اور ہیکل بننے سے بنی اسرائیل کے اس صہیونی گروہ نے اس ’ہیکل‘ کے آس پاس وادی بطحا کی نقل میں مختلف شعائر کی عملاً نشاندھی بھی شروع کر دی چونکہ بنی اسرائیل کی یہ حرکت صرف ایک ناپاک جسارت ہی نہیں تھی بلکہ ——— ارسالِ رسل علیہم السلام اور اجرائے وحی کے خدائی منصوبہ کو DE-RAIL کرنے یا HI-JACK کرنے مترادف تھا لہٰذا..... قرآن مجید صہیونیت کے اس کردار کی پردہ دری کرتا ہے:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ O(05-78)

’’جو لوگ بنی اسرائیل میں کافر ہوئے ان پر داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی یہ اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کئے جاتے تھے‘‘

حضرت داؤد علیہ السلام کی زبان حق ترجمان سے اس لئے کہ ان کے دور میں اس کام کا آغاز ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لسانِ رسالت سے اس لئے کہ ان کے دور میں بنی اسرائیل یہ سارا منصوبہ بنا کر تیاری مکمل کر چکے تھے چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی یقیناً بنی اسرائیل کو سخت تنبیہات سنائی گئیں تھیں جن میں سے کچھ موجودہ اناجیل میں بھی باقی رہ گئی ہیں۔ یہود کے ظاہری اور باطنی کردار کی نقشہ کشی متی کی انجیل باب 23 میں یوں وارد ہے:

بنی اسرائیل ......انبیاء کی اولاد......ان کے ماننے والے، اللہ تعالیٰ کے چہیتے کہلانے والے اور جنت کے خصوصی استحقاق کا دعویٰ رکھنے والے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے بڑے بھائی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہاں آنے والے عظیم الشان پیغمبر جو دنیا کے پہلے ’بیت اللہ‘ کے وارث بننے والے تھے...... کے بارے میں اپنی منصوبہ بندی بہت پہلے مکمل کر چکے تھے۔ ان کی یہ چکّر بازی، خدا، اس کے فرشتے جبریل علیہ السلام کو دھوکہ دینے یعنی MISGUIDE کرنے یا DODGE کرنے کی سعی نامسعود تھی۔ یہ ایک دجل تھا اور منصوبہ یا ڈرامہ ایسا مکمل اور حقیقی نظر آنے والا کہ عام انسان تو ضرور دھوکا کھا جائے۔

بنی اسرائیل کا یہی دجل تھا اور اس سارے منصوبے کے MASTER MIND وہ 'دجّال' تھے جو ہزاروں سال پہلے سے اس خوفناک منصوبے کی تیاری کر کے روبعمل ہونے کا انتظار کر رہے تھے......وہ کئی انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کر چکے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کو راستہ سے ہٹانے کے لئے سولی چڑھانے کا پورا 'اہتمام' کر دیا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو بچا لیا اور اٹھا لیا......اور اس صہیونی گروہ کا سارا بنا بنایا کھیل ٹائٹس (TITUS) رومی کو بھیج کر تہس نہس کر دیا اور فلسطین (جہاں فرضی اور جعلی آخری نبی کے لئے واقعات کی فلم بندی کا میدان تیار کیا گیا تھا) سے اس صہیونی گروہ کو در بدر کر دیا......ایسا جلاوطن کیا کہ چھ صدیاں وہاں جا نہیں سکے۔ اس گروہِ بنی اسرائیل نے فلسطین میں فرضی شعائر بنا کر اللہ تعالیٰ کو (معاذ اللہ) اور جبرائیل علیہ السلام کو دھوکہ دینے کی کوششیں کیں (جو اپنی جگہ ابلیسی سوچ کا پتہ دیتی ہیں) قرآن مجید میں تبصرہ ملاحظہ ہو۔ فرمایا:

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ

''یہ اللہ کو اور مومنوں کو چکما دیتے ہیں مگر (حقیقت میں) اپنے سوا کسی کو چکما نہیں دیتے اور وہ اس سے بے خبر ہیں'' (09-02)

(اس 'دجل' کا راز فاش کرنے کے لئے مسلمانوں نے کتابیں لکھیں امام فراہی کی کتاب ''القول الصّحيح فی مَن هو الذبيح'' کا ترجمہ 'ذبیح کون'؟ اور اس طرح کی دیگر کئی کتب میں اس منصوبے کی تفاصیل دیکھی جا سکتی ہے۔)

اس دور میں یہود اقصائے عالم میں بکھر گئے اس صہیونی گروہ کے اہم دماغ ......یقیناً......سرزمین حجاز آ گئے اس لئے کہ جس آخری پیغمبر علیہ السلام کے بارے میں یروشلم میں فرضی نشانات بنائے تھے وہ......اصلی شعائر تو اسی سرزمین میں موجود تھے اور اللہ تعالیٰ کے منصوبے اٹل ہیں اور روبعمل آ کر رہی رہنے تھے۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ O (8-61)

''یہ چاہتے ہیں کہ اللہ (کے چراغ) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں

حالانکہ اللہ اپنی روشنی پورا کر کے رہے گا خواہ کافر (کتنے ہی) ناخوش ہوں‘‘۔

جب وہ آخری اور بڑے پیغمبر حضرت محمد ﷺ...... اصحاب الفیل کے حملہ کے باوجود آ گئے......اور 53 سال کے بعد ہجرت کر کے یثرب میں قدم رنجہ فرمایا۔ اس کھجوروں کی سرزمین کو ’’مدینہ النبی ﷺ‘‘ قرار دے دیا تو یہود نے جبرائیل علیہ السلام کی دشمنی کا فسانہ گھڑ لیا جس کا پردہ قرآن مجید یوں چاک کرتا ہے: قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ (02-97) ’’کہہ دو کہ جو شخص جبرئیل کا دشمن ہو (اس کو غصے میں مرجانا چاہیے) اس نے تو (یہ کتاب) اللہ کے حکم سے تمہارے دل پر نازل کی ہے جو پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے‘‘۔ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ (02-98) ’’جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں اور اس کے پیغمبروں کا اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہو تو ایسے کافروں کا اللہ دشمن ہے‘‘

میثاق مدینہ کے بعد یہود کا طرزِ عمل

اس نفسیاتی کیفیت اور ذہنی پس منظر کے ساتھ یہود نے میثاق مدینہ کو قبول تو کر لیا ......مگر نیت اور ارادے کچھ اور ہی تھے جو اچھے نہیں تھے۔ حضرت محمد ﷺ کے اکثر سیرت نگار نے اس صورت حال کو موضوع بحث بنایا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ:

01۔ یہود SINGLE OUT ہونے سے بچنے کے لئے اس معاہدے میں شامل ہوئے اور حکمت نبوی ﷺ کا یہ ایک اور شاہکار ہے کہ آپ ﷺ نے یہود کے تینوں قبیلوں سے الگ الگ معاہدے کیے تاکہ وہ مسلمانوں کے خلاف متحد نہ ہو سکیں۔

02۔ یہود مجموعی طور پر یہ سمجھتے تھے کہ عربوں کو حکمرانی اور جہاں بانی کا کوئی تجربہ نہیں ہے جبکہ یہود حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام سے لے کر کئی صدیوں کی حکمرانی کی تاریخ رکھتے تھے اور اہل کتاب بھی تھے۔ لہٰذا......انہیں گمان یہ تھا کہ مسلمان اس سلسلے میں ان سے رہنمائی لیں گے اور ان کے زیر اثر رہیں گے۔

03۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کی چھ صدیاں یہود نے اس طرح گزاری تھیں کہ سازشوں،

معاہدوں اور بدعہدیوں کے ذریعے مفاد پرستی اور مراعات حاصل کرتے رہے تھے وہ اپنے آپ کو بادشاہ گر (KING-MAKER) سمجھتے تھے۔

04۔ حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اوس اور خزرج کی باہمی جنگ یہود کی شرارت کی بنا پر جاری رہی تھی اور انہیں کا اسلحہ فروخت ہوتا تھا (جیسے آج اکیسویں صدی میں ہوتا ہے) جب دونوں فریق کمزور ہوگئے تو صلح کرانے اور اپنی مرضی کا ایک مہرہ، عبداللہ بن ابی کو بادشاہ بنا کر اپنی مرضی کی پالیساں اور فیصلے نافذ کرانے کے لئے...... بادشاہت اور حکومت کا منصوبہ آخری مراحل میں تھا۔ میثاق مدینہ میں شمولیت کو اُنہوں نے اپنے اسی منصوبے کی طرف معنوی پیش رفت ہی سمجھا۔ قرضوں کی پالیسی، دباؤ کے تحت ماضی کے فیصلے وغیرہ وغیرہ ان کے پیش نظر تھا۔

مزید برآں ان کے نزدیک میثاق مدینہ کے فریقوں میں تین فریق خود یہود تھے جو موثر منظّم اور مالدار تھے جب کہ اوس خزرج کو وہ کمزور کر چکے تھے۔ ان کے اندازے میں مہاجرین بے سروسامان بھی تھے اور تعداد میں بھی کم۔ لہٰذا ان کے خیال میں مستقبل میں بھی وہ پیچھے رہ کر مرضی کے فیصلے کرا سکیں گے۔ واللہ اعلم (جاری ہے)

تعارف

سہ ماہی **حکمت قرآن** لاہور

مدیر حافظ عاطف وحید

قرآن حکیم کے علم وحکمت کا نقیب

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کی تحریک رجوع الی القرآن کا نقیب............ لاہور سے شائع ہونے والا موقر جریدہ جو مسلسل 30 سال سے شائع ہو رہا ہے۔ اس میں حرفِ اوّل، بیان القرآن، فکر ونظر، فہم القرآن، تحقیق وتفہیم کے مستقل مضامین شائع ہوتے ہیں۔ رجوع الی القرآن اور تعلّم وتعلیم قرآن سے دلچسپی کے لیے بہترین رسالہ ہے۔

سالانہ زرتعاون: 200 روپے۔ پتہ: قرآن اکیڈمی، K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور

حکمت بالغہ کی خصوصی اشاعت (دسمبر 10ء)

دوقومی نظریہ اور پاکستان کا نظریاتی نظام تعلیم نمبر

پر اہل علم کی آراء

1۔ محمد فہیم خان تیمر گرہ

پاکستان کے ایک اسلامی نظریاتی ریاست ہونے سے انکار بہت بڑی ڈھٹائی ہی ہے۔ پاکستان کا سیکولر طبقہ اگرچہ کسی بھی دلیل کے ساتھ اپنا موقف پیش کرنے سے قاصر ہے تاہم وہ ہمیشہ کے لیے پاکستان کو بحیثیت ایک نظریاتی ملک تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں اور چونکہ اس طبقے کا یہ فکر ونظر مغربی تصورات کے عین مطابق ہے لہٰذا ان کو اپنے موقف پر مُصر رہنے کے لیے مغربی بے خدا تہذیب کے نمائندوں سے حوصلہ افزائی کے لیے ہر ممکن مدد واعانت ملتی رہی ہے۔

''دوقومی نظریہ'' ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس کو نہ صرف یہ کہ پاکستان کے معمارانِ اول نے بڑے شد و مد کے ساتھ پیش کیا ہے بلکہ اسے غیر متعصب غیر مسلم جن میں ہندو بھی شامل ہیں' نے بھی ایک حقیقت کے طور پر نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اس کے حق میں لب کشائی بھی کی ہے۔ مثلاً 1858ء میں جان برائٹ نے برطانوی پارلیمنٹ میں کہا تھا ''ہندوستان جیسے وسیع و عریض ملک میں جہاں مختلف قومیں اور زبانیں ہیں ایک متحدہ اور مستحکم سلطنت کبھی قائم نہیں ہوسکتی'' اسی طرح 1884ء میں سرجان سٹریچی نے کہا تھا ''ہندوستان نہ ایک ہے اور نہ کبھی ایک تھا برطانوی راج سے جو اتحاد ہوگیا ہے وہ محض مصنوعی ہے اور اس سے کبھی ایک متحدہ قومیت جنم نہیں لے سکے گی''۔ 1899ء میں تھیوڈور مارلین نے کہا تھا ''براعظم کی پوری مسلم آبادی کو آگرہ سے لیکر پشاور تک کے علاقے میں مجتمع کیا جائے''۔ مشہور ہندو رہنما بھائی پرمانند 1923ء میں کہتے ہیں

''ہندوستان کو اس طریقے سے تقسیم کیا جاسکتا ہے کہ ایک خطے میں اسلام کو برتری حاصل ہو اور دوسرے میں ہندومت کو''۔ایک اور مشہور ہندو رہنما لالہ جیت رائے نے یہ بات 1924ء میں تسلیم کی تھی کہ مسلمانوں کو شمال مغربی سرحدی صوبہ،مغربی پنجاب،سندھ اور مشرقی بنگال دیے جائیں۔

تاریخ کے دریچے میں جھانک کر اگر پیچھے کی طرف دیکھا جائے تو دوقومی نظریہ کا مسلمان زعماء بشمول مصور و معمار پاکستان نے جس مدلل طریقہ سے وکالت کی وہ تاریخ اپنے اوراق پر محفوظ کر چکی ہے۔یہی دوقومی نظریہ تھا جس کی بنیاد پر پاکستان کا قیام ممکن ہوسکا۔دوقومی نظریہ کے رو سے ہندوستان میں مسلمان ایک قوم تھی اور غیر مسلم دوسری قوم' جن کے مذہب، کلچر، ثقافت،تہذیب،عقائد،عادات،معاشرت میں کوئی چیز قدر مشترک کے طور پر نہیں پائی جاتی تھی۔ لہٰذا وطن اور جغرافیہ کی بنیاد پر ان دونوں کو اکھٹے کر کے ان کو''متحدہ قومیت'' میں جوڑنا ایک بے تک اور بے اَمل بات تھی۔لہٰذا اس دوقومی نظریہ نے ہی نظریہ پاکستان کو جنم دیا۔اسی دوقومی نظریہ کی بنیاد پر ایک الگ ریاست کا تصور پیش کیا گیا جہاں مسلمان اپنے ایمان اور اعتقاد کی بنیاد پر قرآن وسنت کی روشنی میں اپنی ریاستی ہیئت کی تشکیل کرسکیں جہاں قرآن وسنت کے حدود کے اندر اندر دور حاضر کی ایک جدید فلاحی جمہوری اسلامی ریاست قائم کی جاسکے۔گو کہ گزشتہ چند سالوں سے پاکستان میں ایک سازش کے تحت، لبرل اور سیکولر طبقہ اس کوشش میں ہے کہ پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کو منہدم کریں۔اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اسلامی اقدار اور روایات کے خلاف زبردست پروپیگنڈا چلانے کے ساتھ ساتھ ان لوگوں نے ایڑھی چوٹی کا زور لگایا ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ پاکستان کسی نظریاتی بنیاد پر قائم نہیں کیا گیا بلکہ وہ ایک سیکولر ریاست ہے جس میں تمام ادارے ایک بے خدا اور مادر پدر آزاد حیثیت سے چلائے جاسکتے ہیں۔چنانچہ نظریاتی بنیادوں پر تیشہ چلانے کے لیے مختلف قسم کے اصطلاحات بھی وضع کی گئیں مثلاً بنیاد پرست، انتہا پسند''اسلامی دہشت گردی'' اسلامی فنڈمنٹلزم وغیرہ وغیرہ ان سب سازشوں کو ایک طرف رکھ کر جو سب سے بڑی سازش کی جارہی ہے اور جس پر ابھی تک بہت کام کیا جاچکا ہے وہ ہے قومی تعلیمی پالیسی۔ یہ بات اب بالکل عیاں اور ظاہر ہے کہ ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت تعلیم کے شعبہ کو مکمل طور پر سیکولر بنانے کا عمل زور شور سے جاری ہے۔

بنیادی طور پر یہ ضروری ہے کہ ہمارا تعلیمی نظام مکمل طور پر ہمارے قومی نظریہ کے ساتھ نہ صرف آہنگ ہو بلکہ وہ اس نظریے کو تقویت دینے کے لیے بہتر سے بہتر صورت اختیار کرتا جائے۔ جبکہ بدقسمتی سے ہمارا تعلیمی شعبہ اپنے بنیادی مقصد سے دور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ چنانچہ ہماری نئ نسل کو نہایت مکروفریب کے ساتھ نظریہ پاکستان سے بے گانہ کرنے کے لیے تعلیمی نصاب میں مکمل مخالف چیزیں داخل کی جا رہی ہیں۔ یہ ایک بنیادی حقیقت ہے کہ کوئی بھی نظریاتی ملک باقی رہ نہیں سکتا جب تک کہ اس کے بنیادی نظریہ پر اس قوم کا ایمان پختہ سے پختہ تر نہ ہو جائے۔ چنانچہ ضرورت ہے کہ اس نہایت خوفناک صورت حال کی طرف توجہ دلائی جائے کہ ''ایک نظریاتی ریاست کے لئے نظریاتی نظام تعلیم'' کی اتنی ضرورت ہے جتنا کہ کسی انسان کو زندہ رہنے کے لئے ہوا اور پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس ملک کی نظریاتی بنیادوں کو منہدم کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ خود اس ملک کی جڑوں پر تیشہ چلایا جائے۔ لہٰذا آج ملت اسلامیہ پاکستان کی سب سے اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ اس کی نظریاتی بنیادوں کو مستحکم کیا جائے اور اس کے لئے سب سے اولین اور ناقابل گزیر ضرورت یہ ہے کہ ''نظام تعلیم کو نظریاتی بنیادوں پر استوار کیا جائے''۔

جناب انجینئر مختار حسین فاروقی مدیر ماہنامہ حکمت بالغہ ان نابغہ شخصیات میں سے ایک ہیں جنہوں نے شدت کے ساتھ یہ محسوس کیا کہ ہمارے نظام تعلیم کو مختلف طریقوں سے نظریاتی بنیادوں سے ہٹا کر بالکل سیکولر خطوط پر استوار کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا انھوں نے بروقت اہل نظر کی توجہ کو اس بہت بڑے اور اہم موضوع کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی ہے۔ حکمت بالغہ برائے ماہ دسمبر 2010ء شمارہ نمبر 12، جناب فاروقی صاحب کی اس کاوش کا ایک زندہ ثبوت ہے انھوں نے دوقومی نظریہ کی تاریخی پس منظر کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ مختلف موضوعات کے تحت اکھٹا کر کے اسے تحریک پاکستان اور نظریہ پاکستان کے ساتھ آ کر جوڑ دیا ہے۔ یہ حقیقت کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے اس سلسلہ میں تحریک پاکستان کے لئے جدوجہد کے ضمن میں مصور و مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ اور بانی و معمار پاکستان حضرت قائد اعظم کے علاوہ مسلمان زعماء کے تاریخی حوالہ جات ان مضامین کا حصہ ہیں۔

اس نظریاتی ملک کے تحفظ اور اس کے بقا کے لئے نظام تعلیم کی اہمیت پر اس ماہنامے

میں مختلف اہل علم کی طرف سے دیے ہوئے حکیمانہ مضامین کو ایک خوبصورت تسلسل کے ساتھ سامنے لایا گیا ہے۔ان مضامین کو اگر غور کے ساتھ پڑھا جائے تو بات بالکل عیاں ہو جائے گی کہ ہمیں ایک ایسے نظام تعلیم کی ناگزیر ضرورت ہے جس کے اندر وحی آسمانی کی تعلیمات خوبصورتی کے ساتھ سمو دی گئی ہوں۔ ہمارے عصری علوم تب ہماری قومی تعمیر اور فلاح میں بہتر کردار ادا کر سکیں گی جب ان کے اندر قرآن وسنت کی روح کارفرما ہو۔ایک نظریاتی ریاست کے لئے سیکولر نظام تعلیم جس کا وحی آسمانی سے کوئی تعلق نہ ہو اس کی افادیت تو دور کی بات، وہ تو اس ریاست کی ہلاکت ہی کا سبب ہوگا۔ان مضامین میں بہت ہی بامعنی مباحث کی گئی ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ جو نہایت اہم نکات کی نشاندہی کی گئی ہے وہ کچھ یوں ہے ”تعمیری انقلاب کے لئے جس علم اور جس تعلیم کی ضرورت ہے اس کی عمارت چار ستونوں پر گہری بنیاد پر استوار مطلوب ہے۔ پہلا ستون حقیقی ماخذ کے ساتھ علم یا نصاب ہے۔ دوسرا ستون اس علم کو آگے منتقل کرنے والا ایسا معلم ہے جس کے قول وفعل اور اخلاق وکردار سے اس حقیقی علم کی خوشبو آئے۔ تیسرا ستون والدین کہلوانے والا طبقہ ہے جس کے شب و روز بچے کے تدریسی نصاب اور معلم کی محنت کی پشت پناہی کریں۔ یعنی گھر کا ماحول علم اور تعلیم سے مطابقت رکھتا ہو۔ چوتھا ستون میڈیا اور سماج ومعاشرہ ہے جس کی معاونت مثبت نتائج کی ضمانت دے سکے گی۔

مذکورہ چار عناصر ہوں تو ان پر انقلاب کی چھت ہر بُرے وقت سے ملک وقوم کی حفاظت کرتی ہے۔ ہماری سوچ کہ جونہی قرآن وسنت کے تابع علم وتعلیم کی بات کرتے ہیں، فوراً مولوی اور مدرسہ دل ودماغ میں گھوم جاتے ہیں حالانکہ قرآن وسنت کے تابع زراعت، صنعت، سائنس وطب، تسخیر کائنات وارضیات غرض ہر قسم کا علم فلاح انسانیت کے لئے موجود ہے۔ مسلمان علماء ومحققین نے اسے عملاً ثابت کیا ہے اور یورپ نے اس علم کی خوشہ چینی سے فیض حاصل کیا جس کے آج ہم مدّاح ہیں۔علم کا کونسا شعبہ تھا جسے مسلمان علماء وسائنسدانوں نے تشنہ چھوڑا۔ بدقسمتی تو یہ رہی کہ ہم نے وارث ہونے کا حق ادا نہ کیا.......“

قائداعظم کے فرمان کے مطابق پاکستان کا آئین ودستور قرآن وسنت ہی کی بنیاد پر ہونا چاہیے تھا۔ ظاہر ہے کہ نظام تعلیم بھی قرآن وسنت کی بنیاد پر مرتب کیا جانا چاہیے تھا تا کہ

نظریاتی تعلیم ایک نظریاتی قوم کو اُٹھا کر ایک نظریاتی مملکت کے استحکام کا سامان فراہم کرتی۔ بدقسمتی سے تعلیمی نصاب سے اسلامی اخلاق وکردار کے متعلق چیزیں نکال کر اس میں وہ چیزیں شامل کی جاتی ہیں جن کا ہمارے مذہب، کلچر اور شب وروز سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

لہٰذا آج یہ ایک ناگزیر ضرورت ہے کہ زیرِنظر شمارہ میں جو بے بہا مضامین کو یکجا کر کے نظریاتی نظام تعلیم کے لئے جو خاکہ پیش کیا گیا ہے انہی اصولوں پر ایک قابل عمل نصاب پرائمری تا پوسٹ گریجویٹ اور پی ایچ ڈی لیول تک مرتب کیا جائے تا کہ ہم اس ملک میں بہترین مسلمان سائنسدان، ریاضی دان، ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر، بیوروکریٹ اور سیاستدان پیدا کر سکیں اور اس طرح اس ملک کی بنیادیں ان اصولوں پر مستحکم کر سکیں جو اللہ ﷻ کی کتاب اور حضور ﷺ کی فرامین نے دیے ہیں۔ میری تجویز ہے کہ اس شمارہ کے مضامین کو ایک کتابی قالب میں ڈھالا جائے اور اسے کتاب کی شکل دیکر پاکستان کے سیکولر دانشوروں اور بے خدا سوچ رکھنے والوں کی گمراہ کن اور بے دلیل موقف کی رد کے طور پر عام کیا جائے۔ جناب فاروقی صاحب کا اسلام اور پاکستان کے ساتھ محبت رکھنے والے مسلمانوں پر احسان ہے کہ انھوں نے ایک نہایت عمدہ پرچہ کو ایک ایسے وقت منظر عام پر لانے کی کوشش کی ہے جس کے مضامین آج کے حالات میں ایک روشنی کے مینار کا درجہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبولیت عطا فرما کر ان کے لئے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین

2۔ **ظہورالحسن قادری، کمالیہ**

ماہِ دسمبر 2010ء کا شمارہ 'حکمت بالغہ' موصول ہوا۔ یہ شمارہ بے شک دوقومی نظریہ اور پاکستان کا نظریاتی نظام تعلیم کے موضوع پر ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے جو پاکستان کی تعلیم یافتہ نسل نو کے لیے سرمایہ حیات ہے۔ تمام مضامین بے حد علمی، فکری اور مستند تحریر کیے گئے۔ یہ شمارہ معلومات کا بے بہا خزانہ ہے۔ آخری حصہ میں' پاکستان کی نظریاتی ریاست میں ایک نظریاتی نظام تعلیم ہی اس ریاست کو قائم رکھنے کا ذریعہ بن سکتی ہے' آپ نے حقیقت پر مبنی حقائق کو تحریر فرمایا ہے اور مغرب کے سیکولر نظام کا کھوکھلا پن واضح طور پر فاش کیا ہے۔ درحقیقت جس طرح

پاکستان میں توہین رسالتؐ کا قانون بن جانے کے بعد اسے تبدیل کرنا ایک بے حد حساس مسئلہ ہے بعینہٖ پاکستان کی اساس یعنی اسے اسلام کے آفاقی اصولوں کی بجائے سیکولر ریاست بنانے کی مذموم کوشش کرنا بھی نازک معاملہ ہے۔ بدقسمتی سے موجودہ حکمران چونکہ سیکولر نظریات پر یقین رکھتے ہیں اور حکومت سے شہ پا کر نام نہاد غیر ملکی فنڈ ڈ این جی اوز اس پر شور مچاتی رہتی ہیں بلکہ 25 دسمبر 2010ء کو کرسمس کی تقریب میں خود وزیر اعظم پاکستان نے اعلان کر دیا کہ 11/اگست 2011ء کو ملک بھر میں ''یوم اقلیت'' منایا جائے گا۔ یہ حکومت اس ملک میں 11/اگست کو یوم اقلیت منانے کا نیا فتنہ شروع کر رہی ہے جیسے سابق فوجی صدر کے دور میں کئی بے ہودہ یوم منانے کا سلسلہ شروع کیا گیا مثلاً ویلینٹائن ڈے، میراتھن ریس ڈے، اور پتنگ بازی کا جشن بہاراں سرکاری طور پر منایا جانے لگا۔ جس میں بے شمار معصوم جانیں ضائع ہو جاتی تھیں بالآخر عدالت عالیہ نے اس پر پابندی لگائی۔ یوم اقلیت منانا پاکستان کے خلاف ایک واضح گھناؤنی سازش اور پاکستان کی اسلامی اقدار کو پامال کرنے کی عالمی سازش کا حصہ ہے جیسے یہاں کی نام نہاد انسانی حقوق کے نام پر لبرل تنظیمیں اور اقلیتی گروہ اظہار خیال کرتی رہتی ہیں کہ قائداعظم اس ملک کو سیکولر بنانا چاہتے تھے اور وہ 11/اگست کی ایک تقریب کا حوالہ دیتے ہیں جو کہ غلط مفہوم اخذ کر کے سراسر قائداعظم کی ذات پر بہتانِ عظیم ہے۔ ملک بھر کے صحافی تجزیہ نگار اس کے خلاف کالم لکھ چکے ہیں۔ درحقیقت لبرل اشرافیہ آئے دن اخبارات میں لبرل مزاج صحافیوں کے ذریعے مضامین شائع کر کے پاکستان کی اساس کو ہی مٹانے کی ناپاک کوششیں کرتے رہتے ہیں لیکن یہ لبرل نام نہاد سیکولر طبقات کبھی اپنی مذموم کوششوں میں ہرگز کامیاب نہیں ہوں گے۔

یہ ملک اسلامی نظریات واقدار کے فروغ اور نفاذ کے لیے وجود میں لایا گیا ہے اور جب تک حکمران ان اسلامی اصولوں اور اقدار کا مکمل احترام کرتے ہوئے ان کو عملی طور پر نافذ نہیں کریں گے عوام اور حکمرانوں کے مابین خلیج بڑھتی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ''دوقومی نظریہ اور پاکستان کا نظریاتی نظام تعلیم نمبر'' شائع کرنے پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

3۔ **پروفیسر صفدر علی شاہ، جھنگ**

مجھے اس بات کی بے حد خوشی ہے کہ ماہنامہ 'حکمت بالغہ' کا شمارہ باقاعدگی سے مل رہا ہے جس کو توجہ اور شوق سے پڑھتا ہوں۔اس کرم فرمائی پر شکر گزار ہوں۔

یوں تو حکمت بالغہ کا ہر شمارہ خصوصی شمارہ ہوتا ہے مگر دسمبر 2010ء کی اشاعت میں دوقومی نظریہ اور پاکستان کے نظریاتی نظام تعلیم پر مباحث نہایت قوی اور جاندار ہیں اگر یوں کہوں کہ بصیرت افروز ہیں تو چنداں غلط نہ ہوگا۔اغراض پاکستان کے پس منظری مطالعہ میں تاریخی حقائق کو اسناد کے ساتھ بیان کرکے ذہن و دل کو جھنجھوڑا ہے۔ ذہنی غلامی اور مغرب زدگی کے اثراتِ بد نے ہمیں غیرت وحمیت سے آزاد کردیا ہے۔اس کے اسباب دوقومی نظریہ کی درست تفہیم نہ ہونا اور حقیقت علم سے دور ہونا ہیں۔

ہمارا یہ ذاتی اور قومی المیہ ہے کہ نصاب ایسا کھوکھلا جسم ہے جس میں روح بلالی موجود نہیں، استاد معلومات رکھتا ہے مگر علم سے کوسوں دور ہے وہ تعلیم کو عبادت نہیں ملازمت سمجھ بیٹھا ہے، والدین معاشی مسائل میں گرفتار ہو چکے ہیں اور طالب علم کتاب سے فرار اور بے ہودہ سرگرمیوں سے پیار کررہا ہے اب طلباء کے ہاتھوں میں کتاب کے بجائے موبائل نظر آتے ہیں، معلّمین کی نگاہیں تنخواہوں اور مراعات پر ہیں خدا کی رضا پر نہیں۔

جہاں تک انقلاب یعنی تبدیلی کی بات ہے یہ صرف علم سے آتا تو قرآن پاک ہی کافی تھا۔اس انقلاب کے لیے علم کے ساتھ بلندئ کردار بھی ضروری ہے۔اسی لیے قرآن کی تعلیم کے لیے صاحب کردار کو بھی مبعوث فرمایا گیا تبھی معاشرے میں انقلاب برپا ہوا۔ مجھے دوقومی نظریہ اور نظام تعلیم کے موضوعات پر شامل جریدہ کی تمام تحریریں بہت اچھی لگیں۔کاش ہم ان پر دل و جان سے عمل کرنے والے بن جائیں۔اس سماجی بگاڑ کی بنیادی وجہ قومی امنگوں سے ہم آہنگ نصاب تعلیم کا نہ ہونا ہے۔ ہر شخص اپنے حصے کی شمع روشن کردے تو تاریکیاں بہت جلد اجالوں میں بدل سکتی ہیں۔احساسِ ذمہ داری پیدا ہو جائے تو بڑی بات ہے۔

تبصرۂ کتب

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْل

کیا اللہ تعالیٰ کہنا سنت مؤکدہ نہیں؟

مؤلف: رشید اللہ یعقوب

یہ کتاب عملی زندگی میں اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم ﷺ کی اطاعت کے عنوان پر تو ضمنی سے مواد پر مشتمل ہے مؤلف نے اس کتاب میں خاص طور پر اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ خدا، God، بھگوان، ایشور یا ان جیسے دوسرے الفاظ جو اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے پیروکار اپنے اپنے معبود کے لئے عام طور پر استعمال کرتے ہیں ان کا اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال خلافِ سنت ہے۔ اس بارے میں علماء کرام کی رائے بھی نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ''اللہ'' کا لفظ استعمال کرنا ہی افضل اور بہتر ہے اگرچہ خدا یا گوڈ (یعنی عرف عام میں جو الفاظ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتے ہیں) ان کو اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ زیر نظر کتاب میں مولف نے عام مسلمانوں اور خاص طور پر دینی مدارس کے طلبا و اساتذہ کو اس بارے میں مزید غور و فکر کی مؤدبانہ گزارش کی ہے اور اپنے موقف پر دلائل بھی فراہم کیے ہیں۔ جو حضرات دلچسپی رکھتے ہیں وہ درج ذیل پتہ پر 30 روپے کے ڈاک ٹکٹ رجسٹری ڈاک خرچ روانہ کر کے منگوا سکتے ہیں۔

رحمت للعالمین ریسرچ سنٹر، مکان نمبر 8، زمزمہ سٹریٹ نمبر 3، کلفٹن کراچی فون 02135877561

ایوان علم وادب پاکستان

قلم قبیلہ سے التماس ایوان علم وادب پاکستان 2007ء سے علمی وادبی میدان میں سرگرم عمل ہے۔ اس کے مقاصد میں اسلام، نظریۂ پاکستان، اتحاد ملت بیضا کے ساتھ ساتھ اسلامی ادب کے فروغ، ادباء، شعرا اور زعماء قلم قبیلہ کو باہم متحد ومربوط کر کے ان کے لئے ایک علمی وادبی پلیٹ فارم مہیا کرنا شامل ہے۔ اس وقت تک مملکتِ پاکستان کے تقریباً 500 ادباء گرامی اور شعرا کرام ایوان سے قلمی رابطہ کر چکے ہیں۔ ان کے تعارف پر مشتمل ایک ادبی ڈائریکٹری جلد شائع کرنے کا عزم ہے۔ ان شاءاللہ

آپ کی خدمت میں التماس ہے ایوان علم وادب پاکستان کا تعارف، اس کے اغراض ومقاصد اور فارم حلقۂ رفاقت حاصل کرنے کے لئے رابطہ فرمائیں۔ تاکہ ہمیں ایوانِ علم ادب کے اس قافلے میں آپ کی مدبھری شرکت کا اعزاز حاصل ہو سکے۔

چشم براہ فقیر ربنواز چشتی سیکرٹری رابطہ

رابطہ کے لئے | پنجاب اور سرحد کیلئے

سندھ اور بلوچستان کیلئے | فقیر ربنواز چشتی (علی زئی جعفر)

پروفیسر عبدالخالق سہریانی بلوچ | بلاک نمبر 48، ڈیرہ غازیخان

کندکوٹ ضلع جیکب آباد سندھ | 064-52465820 0333-8568123

کتابِ ملت بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے

''اسلام ایک تحریک ہے'' کے موضوع سے دلچسپی لینے والوں کے لئے نادر موقع

10 روزہ **فہم قرآن وسنت کورس** سیرت محمدیؐ کی روشنی میں 19 تا 28 مارچ 11ء

مضامین: تفسیر قرآن 2-1/2 سپارے، منتخب احادیث، تجوید، اہم موضوعات پر لیکچر

بمقام: مسجد جامع القرآن واقع مدینہ ٹاؤن متصل 9/BC بغداد روڈ بہاولپور

برائے رابطہ ذوالفقار علی 03336402544 ارسلان خالد 03342181080

نوٹ: کھانے اور رہائش کا انتظام ہوگا۔ نیز موسم کے مطابق بستر اور شناختی کارڈ یا شناخت ساتھ لائیں

تنظیم اسلامی بہاولپور

ایک طرف یہ حقیقت ہے کہ اسلام نے خواتین کو وہ عزت واحترام دیا ہے اور معاشرتی حیثیت (SOCIAL STATUS) دیا ہے جس کی مثال تاریخ انسانی پیش کرنے سے قاصر ہے۔

دوسری طرف یہ بھی عیاں ہے کہ مغربی معاشرے تو کیا مسلمان معاشرے بھی خواتین کو وہ حقوق نہیں دے رہے جو ان کے لیے وحی آسمانی میں مقرّر ہے۔

حضرت حوّا کی بیٹیوں کو ان کا حقیقی مقام دلانے کے لیے اب

جدوجہد کس کی ذمہ داری ہے؟

اور ایسے نظامِ عدل اجتماعی کے

قیام کے لیے.................خواتین کا کردار

کیا ہے؟..................ان شاءاللہ

حکمت بالغہ کی قریبی شاعت

حقوق نسواں نمبر

ہوگی

قارئین حکمت بالغہ اور اہل علم سے

قلمی تعاون کی درخواست ہے۔

(ادارہ)